عورت فاؤنڈیشن

قانون سازی پر نظر

آواز
VOICE & ACCOUNTABILITY PROGRAMME
آواز اور جوابدہی پروگرام

بانی ادارت: شہلا ضیاء
سرپرست اعلیٰ: نگار احمد

اداریہ

سہ ماہی خبرنامے 'قانون سازی پر نظر' کا یہ شمارہ پاکستان میں قانون سازی کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے۔ گزشتہ حکومت کے دور میں عورتوں کے حق میں پیش کی گئی کامیاب قانون سازی، موجودہ حکومت کے قانون ساز اداروں میں پہلے پارلیمانی سال میں اب تک پیش کی گئی قانون سازی، اور قوانین کے مسودے تیار کرنے میں سول سوسائٹی تنظیموں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ پاکستان میں قانون سازی کے متوقع معیار کا دوبارہ جائزہ لیا جائے۔ ضروری ہے کہ اب تک منظور اور پیش کی گئی قانون سازی اور قانونی مسودات کی خصوصیت، انکے موثر ہونے اور انکے طویل مدت اثرات کے بارے میں سوالات اُٹھائیں جائیں۔

پچھلے چودہ برس کے عرصے میں عورتوں کیلئے منظور کئے گئے قوانین کے اطلاق کے حوالے سے بے شمار خامیاں اور مسائل سامنے آئے نتیجتاً حسبِ ضابطہ اس میں برابری اور ان کے حقوق کو قبولیت بھی حاصل ہوئی، مگر ابھی واضح برابری کا حصول باقی ہے۔

عورتوں کے حوالے سے قانون سازی کے آغاز کو سادگی سے نہ لیا جائے، اور جب اس میں (صنفی) برابری کے حصول کی قدر کی جائے، تو سماج میں حقیقی اور واضح تبدیلی کیلئے پارلیمنٹیر ینز، حکومتی اداروں اور سول سوسائٹی کی طرف سے قانونی مسودات تیار کرنے کے عمل میں موجود خامیوں کو دور کیا جائے۔ پس، عورتوں کیلئے مخصوص قوانین کی خصوصیت، پائیداری اور اُن کو موثر بنانے کے حوالے سے، موجودہ قوانین کا جائزہ لیتے ہوئے، یہ شمارہ قانون سازی کے بنیادی اصولوں پر دوبارہ نظر ڈالتا ہے۔

سول سوسائٹی، امدادی اداروں، عالمی تنظیموں اور پارلیمنٹیر ینز کے لئے ضروری ہے کہ وہ قانونی مسودے تیار کرنے اور منظور کرانے کے ساتھ ساتھ (پہلے سے موجود) قوانین پر عمل درآمد کی طرف بھی توجہ دیں۔ اس حوالے سے ایک تجویز یہ ہے کہ حصول انصاف کے فوجداری نظام کے مختلف وسیلوں، مثلاً پولیس، میڈیکو-لیگل، وکلاء، ججوں اور جیلوں وغیرہ پر خصوصی توجہ دی جائے۔ اسکے ساتھ ساتھ متعلقہ اداروں، وزارتوں اور اسمبلیوں سے معقول وسائل اور بجٹ تفویض کرانے، انسانی حقوق کے قانون، پاکستان کے آئینی قانون اور اسکے انسانی حقوق کے ڈھانچے، اور عورتوں اور صنفی حوالے سے مخصوص مسائل کے بارے میں آگاہی اور احساس پیدا کرنے پر توجہ دی جائے۔

عورتوں کے حوالے سے سامنے آنے والے معاملات میں ان اداروں کی شمولیت کو بڑھانے کیلئے انکے علمی، معلوماتی اور تربیتی نظاموں کا مکمل معائینہ کیا جانا چاہیے۔ اس حوالے سے کسی بھی تبدیلی کو قانونی جواز اور تحفظ دینے کیلئے، اگر ضروری ہو تو، ترامیم لائی جاسکتی ہیں۔ متعلقہ اداروں کو مضبوط کرنے کے لئے معاون قانون سازی اور حکمت عملی بھی ضروری ہے۔

قانون سازی کی معیاد، جامع تحقیق، مشاورت، قانون ساز اداروں اور عوامی حلقوں میں سیر حاصل بحث، اور عورتوں کیلئے موثر اور پائیدار برابری کے ذریعوں پر خصوصی توجہ دیئے بغیر، پہلے سے موجود، اور مستقبل میں منظور کئے جانیوالے قوانین کاغذوں پر لکھے الفاظ کے سِوا کچھ نہیں، اور عورتوں کو انصاف اور تحفظ فراہم کرنے کا بنیادی مقصد پورا نہیں کرسکتے۔

عورتوں کے حقوق پر قانون سازی - خود تنقیدی اور جائزے کی ضرورت

تحریر: ملیحہ ضیاء

انسانی حقوق کا پہلا بین الاقوامی ڈھانچہ، بشمول انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ، قانون کی حاکمیت کو بنیادی عنصر تصور نہیں کرتا اور (اس لئے) انسانی حقوق اور قانون کی حاکمیت کے درمیان تعلق کو کم اہمیت دیتا ہے۔ حالیہ سالوں میں اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی، علاقائی اور قومی ادارے قانون کی حاکمیت کو انسانی حقوق کے تحفظ کی لازمی شرط قرار دیتے ہیں۔ پس، حقوق کے تحفظ اور انکی عملداری کیلئے (قانون کی حاکمیت) کو اب لازمی جُز تسلیم کرلیا گیا ہے۔

پاکستان قانون کی حکمت عملی کی تائید چاہتا ہے، جس کے بارے میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 اور اُسکی تشریحات میں تاکید کی گئی ہے۔ تاہم، اس حقیقت کو نہیں جھٹلایا جاسکتا کہ وہ اسکے اصولوں کے ساتھ مکمل مطابقت پیدا نہیں کرسکا۔ موجودہ سماجی اور سیاسی ماحول، بشمول قانونی تحفظ کے فقدان، طالبائزیشن کی زحمت، بڑھتا ہوا عدم تحفظ، حکمرانی کے اندرونی مسائل وغیرہ، پاکستانی آئین اور بین الاقوامی معاہدوں میں تسلیم کئے گئے بنیادی انسانی حقوق کے حصول کیلئے اِن اصولوں پر عمل درآمد کو مشکل بنادیتے ہیں، جبکہ دوسری طرف اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی اور علاقائی ادارے بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ اور معاشی تعاون کیلئے قانون کی حکمت عملی کو لازمی جزو قرار دیتے ہیں۔

پاکستان نے اکثر بین الاقوامی معاہدوں، بشمول عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کے معاہدے، کی توثیق کرتے ہوئے انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے اصلاحی اقدامات اُٹھائے ہیں، بشمول خواتین کیخلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کا معاہدہ (سی ای ڈی اے ڈبلیو)۔

بنیادی حقوق کے حوالے سے آئین (پاکستان) میں پورا ایک باب شامل ہے، جس میں 'انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ (یو ڈی ایچ آر) سے کافی شقیں لی گئی ہیں۔ پس بنیادی انسانی حقوق کے قانونی تحفظ کیلئے ایک ادارہ موجود ہے۔

تائیدی اقدام

آئین کی دفعہ 25 جو برابری کی شق ہے، عورتوں کیلئے اہم ہے۔ یہ (دفعہ) عورتوں اور بچوں کے حوالے سے مخصوص قوانین کو امتیازی ٹھہرائے بغیر اُنکی منظوری کیلئے باضابطہ اقدام کی راہ ہموار کرتی ہے۔ اس (دفعہ) کے اطلاق کیلئے دو صورتیں موجود ہیں:

(1) جب موجودہ قانون عورتوں اور بچوں کے خلاف لاقانونیت، امتیازی سلوک اور جرائم کو تسلم نہ کرے۔

(2) جب موجودہ قانون عورتوں اور بچوں کے خلاف لاقانونیت، امتیازی سلوک اور جرائم کو تسلیم تو کرے مگر ان پر اطلاق میں ناکام ہو، تو ان مسائل کے حل کیلئے ایک مخصوص قانون کی ضرورت کو ظاہر کرتا ہے۔

نتیجتاً، عورتوں کیلئے مخصوص قانون سازی، بالخصوص تشدد، پر توجہ دینا ضروری ہوگئی۔ پاکستان میں اکثر فوجداری جرائم کا تعین پاکستان پینل کوڈ 1860 (پی پی سی) کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ تاہم، پی پی سی اور دوسرے متعلقہ قوانین پر اطلاق کے حوالے سے بہت سارے خلا موجود ہیں۔ جس کے باعث معاشرے کے غیر محفوظ طبقات، بشمول عورتوں، کو انصاف فراہم نہیں کیا جاتا۔ پچھلے چودہ سالوں میں، عورتوں کے خلاف تشدد کی بڑھتی ہوئی صورت حال کیلئے ایک اور ادارے کی ضرورت ہے۔

بنیادی انسانی حقوق پر عملدرآمد اور انکے تحفظ کے حوالے سے ایک جامع نقطہ نظر کیلئے موثر قانون ساز ڈھانچہ انتہائی ضروری ہے۔ تاہم، حقوق کے تحفظ اور فروغ کیلئے مخصوص قانون سازی، اور اسکے لئے متعلقہ حلقوں، بشمول خواتین پارلیمنٹیر ینز، کی طرف سے بڑھتی ہوئی تحریک کو تسلیم کرتے ہوئے، ضروری ہے کہ اسکے معیار اور اسکی پائیداری کو یقینی بنانے کیلئے اس تحریک کی سمتوں اور اسکی گنجائش کا دوبارہ تعین کیا جائے۔

پاکستان میں قانون سازوں کی مجبوریوں کو سمجھنا چاہیے جیسا کہ قانونی مسودے کی تیاری اور تحقیق کیلئے وسائل کی کمی۔ ویسے تو پارلیمنٹیر ینز صوبائی اسمبلیوں یا محکمہ قانون کے عملے سے (قوانین کی تیاری میں) مدد لے سکتے ہیں۔

اگرچہ صوبائی اسمبلیوں کے اپنے طریقہ کار ہوتے ہیں، مگر چونکہ اس طرح کا تعاون عملے کے روزمرہ کے سرکاری کام کے علاوہ اضافی ہوتا ہے، اسی لئے اکثر بخوبی مکمل نہیں ہوتا۔ عموماً محکمہ قانون اور وزارت قانون تو قانونی مسودے کو پہلی بار اُس وقت ہی دیکھتے ہیں جب یہ قوانین پیش کیا جاتا ہے۔

پس، قانون سازوں اور محکموں، بشمول محکمہ ترقی خواتین (ڈبلیو ڈی ڈی)، کو قانون سازی میں مشاورت، تحقیق اور مسودے کیلئے ذاتی تعلقات، معلومات اور سول سوسائٹی پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کی عوامی، نجی شراکت ان تنظیموں کی وجہ سے کامیاب ہے جو (قانون سازی کے) پارلیمانی عمل سے پہلے اُس کی ترغیب اور پیروکاری میں اہم کردار ادا کررہی ہوتی ہیں۔ اس لئے عورتوں کے حقوق کیلئے کام کرنے والے اداروں اور محکموں کو قانون سازی اور تحقیق کیلئے سول سوسائٹی پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

یوں، سول سوسائٹی پر ایک بھاری ذمہ داری آن پڑتی ہے کہ قانونی مسودے تیار کرنے کے لئے انکے طریقہ کار پر باضابطہ عمل کیا جائے تاکہ نہ صرف قانون سازی بلکہ ان پر عملدرآمد اور اطلاق کے معیار کو یقینی بنایا جائے۔

قانون سازی کا عمل مسودے تیار کرنے سے بڑھ کر ہے، جس میں دوسرے قوانین کے ساتھ مطابقت اور (ناانصافی) کے تدارک کیلئے فوری تجاویز بھی شامل ہیں۔ یہ بات پارلیمنٹیر ینز کے ساتھ ساتھ اُن سول سوسائٹی تنظیموں کیلئے بھی مفید ہے جو قانونی مسودے تیار کرنے میں موثر کردار ادا کررہی ہیں۔

پالیسی کی تشکیل

قوانین کی تشکیل سے پہلے حکمت عملی کی تشکیل ضروری ہے۔ پاکستان میں قوانین کی تشکیل پر توجہ دی جاتی ہے، مگر اسکی تیاری سے پہلے کامل حکمت عملی پر توجہ نہیں دی جاتی۔ نتیجتاً، ایسا لگتا ہے کہ یہاں قوانین کی تشکیل کو حکمت عملی کی تشکیل کا نعم

بقیہ اگلے صفحہ پر

عورتوں کے حقوق پر قانون سازی - خود تنقیدی اور جائزے کی ضرورت

بقیہ صفحہ 1 سے

البدل لیا گیا ہے۔

حکمت عملی کی تشکیل اس عزم کو یقینی بناتی ہے کہ قانون سازی کے ذریعے ہم کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں، قانون سازی کے حصول کا بہترین طریقہ کون سا ہے، اور کیا قانون سازی ضروری بھی ہے۔ یہ چیزیں ایک قانونی بل لانے کیلئے دلیل بنتی ہیں۔ اس سے یہ بھی واضع ہوتا ہے کہ تشکیل دی گئی ہر حکمت عملی پر عملداری کیلئے قانون سازی کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اعتراافاً تمام پارلیمنٹیر ینز کے پاس حکمت عملی کی تشکیل کے وسائل نہیں ہوتے، مگر سوچنا چاہیے کہ قانونی تجویز لانے سے پہلے یہ ذمہ داری قانونی بل لانے والے پر ڈالی جائے کہ آیا (اس حوالے سے کافی) حکمت عملی تشکیل ہو چکی ہے۔

یہ ذمہ داری سول سوسائٹی پر بھی عائد ہوتی ہے کہ جب وہ اپنی طرف سے تیار کئے گئے کسی قانون بل کی منظوری کیلئے تحریک چلاتے ہیں۔ تو ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اوپر دی گئی تجاویز کی روشنی میں حکمت عملی کی دستاویز تیار کریں۔ یہ طے کرنے کیلئے کہ آیا مطلوبہ تبدیلی اور اس پر عملدرآمد کیلئے بنیادی قانون سازی کی ضرورت ہے، سول سوسائٹی کو خود اپنی حکمت عملی کا جائزہ لینا چاہیے۔

ضابطے کی ترجیحات

جب نئی قانون سازی کی ضرورت ثابت ہو جائے تو (مطلوبہ) تبدیلی اور پائیداری کے لئے ضروری قانون کا تعین بھی کر لیا جائے۔ پاکستان میں تشدد کی مختلف قسموں کیلئے سزا کے تعین پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مطلوبہ تبدیلی کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ ضابطی اور انتظامی ترامیم کے طریقے ڈھونڈے جائیں۔

خاندانی معاملات کے ضابطوں میں ترامیم کرتے ہوئے، آخری بار فیملی کورٹس (امینڈمنٹ) ایکٹ 2002ء میں کامیابی سے کچھ ضابطی اختیار لائے گئے تھے، جو موثر نتائج لائے۔

دوسری پیش قدموں میں پنجاب کے دو قوانین شامل ہیں: 'دی پنجاب پارٹیشن آف اِمووایبل پراپرٹی ایکٹ، 2012' اور 'دی پنجاب فیئر ریپریزینٹیشن آف ویمن بل' جنکے مقاصد کے حصول کیلئے ضابطی اور انتظامی تبدیلیاں لائی گئیں۔

ثانوی قانون سازی

ثانوی قانون سازی کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ دستوری دستاویزات کا مقصد قانون کی تشریح کرنا اور اسکے مجوزہ اطلاق کے امکانات کو بڑھانا ہے۔ یہ خصوصی اصلاح ہے جو احکامات، ضوابط، قوانین اور قواعد کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ ان قوانین کا ذکر اکثر ثانوی، معاون، یا تفویقی قوانین کے حوالے سے کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے قوانین اکثر سرکاری وزرا، پارلیمنٹ کے تحت دیئے گئے اختیارات کے تحت، تشکیل دیتے ہیں۔

ثانوی قانون سازی کسی قانون سے زیادہ موثر ہوسکتی ہے سول سوسائٹی نے حکومتی تحفظاتی اداروں (Shelter homes) اور گھروں میں کام کرنے والی عورتوں کیلئے موجود قوانین اور حکمت عملی کو استعمال کیا ہے۔

جامع مشاورت

جب اراکین اسمبلی، حکومتی محکموں یا اداروں، یا سول سوسائٹی تنظیموں کی طرف سے قانونی بل مرتب کیا جارہا ہو تو انکے درمیان جامع مشاورت ہونی چاہیے کہ اس سے قانون سازی کا معیار اور اثر انگیزی بہتر ہوتی ہے۔ مختلف مہارتوں اور تجربوں کے حامل ماہرین کے مل بیٹھنے سے قانون سازی اور حکمت عملی میں موجود خامیاں سامنے آتی ہیں جنکو دور کر کے ایک عمدہ مسودہ حاصل ہوتا ہے۔

قانون سازی کے عمل میں مشاورت ہر مرحلے پر ضروری ہے، ابتدائی مرحلے یعنی حکمت عملی کی تیاری کے مرحلے سے لیکر قانونی مسودے کے متن کی تشکیل تک جامعیت اور شفافیت کے اصولوں کے علاوہ، ادارتی طور پر بھی یہ زیادہ آسان ہے کہ کسی اتفاق رائے پر پہنچنے سے پہلے کے مرحلوں میں (پیش کی جانیوالی) تجاویز کو شامل کیا جاسکے۔ تاہم کسی قانون سازی کے مکمل مقاصد اس وقت ہی واضع ہوتے ہیں جب حکمت عملی کا قانونی متن تیار ہو جاتا ہے۔

پس ابتدائی اور ثانوی قانون سازی ہر دور کیلئے، مشاورت کا عمل ہر مرحلے پر جاری رہنا چاہیے۔ ثانوی مرحلے میں، بحث ومباحثے کی تکنیکی اور تفصیلی جُہت کی وجہ سے زیادہ لوگوں کی شمولیت کی طرف ہچکچاہٹ ظاہر کی جاسکتی ہے، مگر سول سوسائٹی کا مثبت کردار خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور جہاں ممکن ہو اسے شامل کیا جائے۔

مسودہ نویسی کے اسلوب

انسانی حقوق پر قانون سازی کیلئے مسودہ نویسی کے ماہرانہ اسلوب کے فقدان اور مسودہ سازی کے جدید اسلوب سے آگاہی نہ ہونے کے حوالے سے تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ حکومت کیلئے قانون سازی کا مسودہ اکثر محکمہ قانون، وزارت قانون یا مختلف وزارتوں کا وہ عملہ تیار کرتا ہے جسے تربیت دیئے بغیر قانون سازی کیلئے بھرتی کر لیا جاتا ہے اور جو قانون سازی اور مسودہ نویسی کا کام نوکری کے دوران سیکھتے ہیں۔

صوبائی سطح پر محکمہ قانون اور وفاقی سطح پر وزارت قانون کی موجودگی کے برعکس ملکی سطح پر ضروری قانون سازی کا کام اکثر انفرادی وزارتوں کو کرنا پڑتا ہے۔ نتیجتاً قانون سازی کے طریقہ کار اور اس کا جوہر، قانون کے معیار اور اسکے معاون قوانین کی اہمیت کو اُجاگر نہیں کرتے جو کہ (قانون پر) عمل درآمد کے مرحلے میں انتہائی ضروری ہیں۔

موضوعاتی علم

سول سوسائٹی اور اراکین اسمبلی اکثر بین الاقوامی قوانین کو مقامی صورت حال کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ موضوع اور قانون کے بارے میں احتمال نہیں کیا جاتا اور ماہرانہ، معیاری تکنیک کا مسئلہ بھی موجود ہے۔ اگرچہ سول سوسائٹی ہمیشہ ہر مسودے کی تیاری میں متعلقہ قانونی مشیروں اور عملے کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے، مگر اُنہیں (ان قوانین کیلئے) مشاورت، پیروکاری اور ترغیب کے عمل میں شامل نہیں کیا جاتا۔

اس کے نتیجے میں، پاکستان کے قانون اور قانونی ڈھانچے اور قانونی پس منظر کے بارے میں لازمی علم نہ ہونے کی وجہ سے سول سوسائٹی اراکین ایسے پہلوؤں کیلئے گنجائش چھوڑ دیتے ہیں جن پر مذاکرات نہیں ہونے چاہیں۔ قانونی ادارے متعلقہ وزارتیں اور اُن کا عملہ عام طور پر سول سوسائٹی تنظیموں سے کسی خاص مرحلے پر رابطہ کرتے ہیں جب خود انہیں ضرورت پڑتی ہے مگر سول سوسائٹی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ترتیب دیئے جانیوالی حکمت عملی اور قانون سازی کے ہر مرحلے پر رابطے رکھیں۔

اسکے علاوہ قانون سازی کے مجوزہ مسودے پر بحث مباحثے کیلئے سول سوسائٹی کو زیادہ وقت صرف کرنا چاہیے۔ عورتوں کے حقوق جیسے اہم مسائل پر، اور جن پر پالیسی اور قانون سازی کی تشکیل ہو رہی ہو، اُن پر باقاعدہ مشاورت کیلئے چند گھنٹے یا آدھا دن کافی نہیں۔ اگر اس طرح کا سلسلہ جاری رہا تو پھر سول سوسائٹی خود جامعیت اور شفافیت کے فقدان کیلئے قصوار ٹھہرے گی، جس کا الزام وہ حکومت پر ڈالتی ہے۔

سول سوسائٹی یا پرائیویٹ اراکین کی طرف سے تیار کئے گئے قوانین کی محکمہ قانون یا وزارت قانون کی طرف سے توثیق ضروری ہے۔ یہ ادارے اکثر تو ماتحت ہوتے ہیں، اور انکے عملے کو انسانی حقوق، بالخصوص عورتوں کے حقوق، کے بارے میں علم اور آگاہی نہیں ہوتی۔ سول سوسائٹی تنظیموں، بشمول عورت فاؤنڈیشن، کے تجربے کی وجہ سے، ان کا عملہ ان اداروں کے عملے کے ساتھ، مستقل بنیادوں پر، منظور کئے جانے والے قوانین کی ہر ضروری شق کی وضاحت، جانکاری اور پیروکاری کیلئے مسلسل مصروف رہتا ہے۔

اسکے باوجود، عورتوں کے خلاف تشدد کیلئے منظور کئے جانیوالے قوانین میں خامیاں موجود ہیں، جسکے نتیجے میں ان پر عملدرآمد اور انکو موثر بنانے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اسکی بنیادی وجہ حکومت کی طرف سے آخری لمحوں میں، ان قوانین پر عملدرآمد کو جان بوجھ کر پیچیدہ بنانا یا کم علمی، کی وجہ سے کی جانیوالی تبدیلیاں ہیں۔

بجٹ کا تعین

قانون پیش کرنیوالے حکومتی یا پرائیویٹ اراکین کیلئے ضروری ہے کہ ان قوانین پر علمدرآمد کے لئے واضع اور معقول بجٹ مختص کرائیں۔ پاکستان کے بجٹ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے مسائلے کیلئے بجٹ تغویض نہیں کیا جاتا۔ بجٹ کے تعین میں انسانی حقوق کے کمیشنز، اقلیتوں کے کمیشن، محتسب اعلیٰ وغیرہ جیسے اہم اداروں کو کم اہمیت دی جاتی ہے۔ وزارت خواتین کیلئے مختص کئے گئے بجٹ سے بھی حکومتی ترجیحات کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حکومتی محکموں میں سے محکمہ ترقی خواتین کا بجٹ سب سے کم ہوتا ہے۔

بنیادی اور ثانوی قانون سازی کیلئے معقول بجٹ کے فقدان، اور متعلقہ وزارتوں اور محکموں کی طرف سے مربوط حمایت کی کمی کی وجہ سے قانون سازی کے نظام میں خامیاں رہ جاتی ہیں۔

انسانی حقوق کمیشن، اقلیتی کمیشن، صوبائی محتسب اعلیٰ وغیرہ کو بجٹ کی تیاری اور فنڈز کی تقسیم کے مرحلوں میں نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، سندھ میں گھریلو تشدد کیخلاف کمیشن، تحفظاتی کمیٹیاں اور متعلقہ عملہ مقرر نہیں کیا گیا، جبکہ مختلف محکمے اس کی ذمہ داری لینے سے انکاری ہیں کہ متعلقہ قانون میں اس کا ذکر ہی نہیں، اور محکمہ ترقی وخواتین نے ابھی تک کاروائی کے قواعد جاری نہیں کئے۔

کمیشن برائے انسانی حقوق، سندھ، کو بھی اپنے فرائض کیلئے بجٹ تفویض نہیں کیا گیا۔ جنڈر کرائم سیل جیسے اداروں کو مطلوبہ وسائل نہیں دیئے جاتے۔ پولیس، خصوصاً خواتین پولیس کو بھی بجٹ کی کمی کا سامنا رہتا ہے۔

اراکین اسمبلی، متعلقہ وزارتوں اور محکموں کو ان حالات سے سبق سیکھنا چاہیے، اور مجوزہ قانون سازی کے حوالے سے ان خامیوں کو دور کرنا چاہیے۔

اراکین اسمبلی کو بجٹ کے تعین میں بھرپور شرکت کرنی چاہیے۔ اراکین اسمبلی کے ساتھ مشاورت صرف اسمبلی میں بجٹ پیش کئے جانے کے موقع پر نہ کی جائے، بلکہ اُنکے ساتھ مشاورت سالانہ بجٹ کی تیاری کے ابتدائی مرحلوں سے کی جانی چاہیے۔ بجٹ کی تیاری میں عوامی شمولیت کے ذریعے شفافیت اور انسانی حقوق کے ساتھ وابستگی کے اظہار کیلئے، حکومت کو سول سوسائٹی کے ساتھ رابطہ رکھنا چاہیے۔

قانون پر عمل درآمد

حکومتی اداروں، اراکین اسمبلی اور سول سوسائٹی کیلئے حکمت عملی اور قانون سازی کی تشکیل کے عمل میں اوپر دیئے گئے اصولوں کا احاطہ کیا جانا ضروری ہے۔ وضاحت اور ربط کے بغیر قانون تو پاس ہو جاتا ہے مگر موثر نہیں ہوسکتا۔

عورتوں کے حوالے سے منظور کئے گئے قوانین پر عملدرآمد کے فقدان پر تشویش کا اظہار کیا جانا ضروری ہے۔ عورتوں کے حوالے سے منظور کئے گئے قوانین میں خامیاں رہ جاتی ہیں۔ جس کے باعث ان پر عملدرآمد مشکل ہو جاتا ہے۔

جب تک قوانین پر عملدرآمد نہیں ہوتا اور کتابوں میں درج قوانین اور ان پر حقیقی عمل کے درمیان فاصلہ کم نہیں ہوتا، تو قوانین غیر اہم ثابت ہوتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں قانونی کتابوں میں درج عورتوں کیلئے برابری سے آگے حقیقی برابری کی طرف جانا چاہیے یعنی انکی اصلی بااختیاری، تحفظ اور اُن کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے پر توجہ دینی چاہیے۔

پاکستان میں قانون پر عملدرآمد کا نظام کمزور ہے، اور پس معیاری 'قانونی حاکمیت' کا فقدان ہے۔ یہاں ادارے کمزور ہیں اور اُن کے پاس عملدرآمد کے اختیارات نہیں۔ جب وہ اپنی طرف سے تیار کئے گئے کسی قانون بل کی منظوری کیلئے تحریک چلاتے ہیں۔ سول سوسائٹی کیلئے ضروری ہے کہ وہ اوپر دی گئی تجاویز کی روشنی میں حکمت عملی کی دستاویز تیار کریں۔

فیصلہ سازی پر سیاسی اور بیرونی اثرات، انصاف کے متوازی غیر قانونی نظام قائم ہیں، قانونی چارہ جوئی پر ڈھیروں اخراجات اور تاخیر ہوتی ہے، اور انصاف کا نظام پدری اور متعصّبانہ ہے۔

اراکین اسمبلی، قانون پیش کرنے، قانون سازی کے عمل میں شرکت اور انکے حق میں ووٹ دینے کی حیثیت سے اسمبلیوں اور اپنی سیاسی جماعتوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اپنی پارلیمانی مدت میں انہیں قانون سازی کے عمل میں اوپر دیئے گئے اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ انہیں ثانوی قانون سازی پر بھی توجہ دینی چاہیے جو قانونی نظام میں حقیقی تبدیلی کیلئے ضروری پائیدار اثرات لاسکتے ہیں۔

(مضمون نگار عورت فاؤنڈیشن میں منیجر، لا اینڈ جنڈر ہیں)

پہلے پارلیمانی سال (2013-2014) میں عورتوں کے حقوق پر قانون سازی کی کارکردگی

عورت فاؤنڈیشن سٹاف رپورٹ
عورت فاؤنڈیشن کے علاقائی دفاتر کی
تحقیقی معاونت کے ساتھ

مختلف سطحوں پر قانون سازی کی اہمیت کے بارے میں کوئی شک نہیں: یہ ایسا قانونی ڈھانچہ مہیا کرتی ہے جس کے اندر رہتے ہوئے ریاست اپنے فرائض انجام دیتی ہے۔ یہ شہریوں اور ریاست کے درمیان تعلق اور فرائض منصبی کیلئے قواعد وضوابط مہیا کرتی ہے۔ اسے عورتوں کیلئے رسمی برابری اور سماجی اصلاحات کا لازمی جزو سمجھا جاتا ہے۔ قابل قبول رویوں کا معیار طے کرتے ہوئے، قانون سازی خواتین مخالف رویوں کی پہچان، وضاحت، اور انکو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، جبکہ معاشرے میں مروج منفی قدروں پر اعتراض اُٹھاتے ہوئے ان رویوں کے بارے میں عدم برداشت پیدا کرتی ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کے حقوق پر قانون سازی رویوں میں تبدیلی کے حوالے سے ثانوی حیثیت رکھتی ہے مثلاً عوامی رویوں میں تبدیلی لانے سے پہلے قانون سازی متعارف کرانا بے مقصد ہوسکتی ہے۔ اسکے برعکس یہ دلیل دی جاتی ہے کہ واضع برابری لانے کیلئے عوامی رویوں کی تبدیلی میں وقت لگتا ہے۔ پس، ضروری ہے کے عورتوں کے لئے مثبت قانون سازی اور معاون قانونی ڈھانچے کو یقینی بنایا جائے تاکہ اس میں برابری تو ممکن ہو جو حقیقی برابری کے لئے راہ ہموار کرے گی۔

اس بات کو نہیں جھٹلایا جاسکتا کہ قانون سازی طبعی سماجی تبدیلی لانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ قانونی طور پر متعین کئے گئے اقدامات عورتوں کے تحفظ کو یقینی بنا سکتے ہیں اور خاندان، سول سوسائٹی، حکمرانی اور کمیونٹی میں عورتوں کے فرائض کے بارے میں قائم مفروضوں کو اعتراضی نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ یہ عورتوں پر تشدد اور انکے کیخلاف امتیازی سلوک کو روکنے کے ساتھ ساتھ تشدد کا شکار ہونیوالی عورتوں کی بحالی اور انہیں انصاف کی فراہمی میں معاون ثابت ہوتے ہے۔ اس طرح کے قانونی اور سیاسی فیصلے کرنیوالے لوگ عوامی رائے کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

قانون سازی کی دو قسمیں ہیں: بنیادی اور ثانوی۔ پارلیمنٹ میں منظور کئے گئے قوانین اور آئین بنیادی قانون سازی میں آتے ہیں جبکہ ثانوی قانون سازی میں قواعد وضوابط، احکامات وغیرہ شامل ہیں۔ اراکین اسمبلی، اپنی غیر سرکاری حیثیت میں، 'پرائیویٹ ممبرز بل (پی ایم بی ز)' کا مسودہ تیار کرنے اور انہیں اسمبلی میں پیش کرنے کیلئے محترک کردار ادا کرتے ہیں۔ جبکہ سرکاری اراکین اسمبلی، جیسا کہ وزراء اداراتی افسران اعلیٰ، خصوصی کمیٹیوں کے سربراہ کی حیثیت سے ثانوی قانون سازی متعارف کرانے اور انکے نوٹس جاری کرانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

مختلف مسائل کا احاطہ کرنے کیلئے بنیادی قانون سازی کے کئی زمرے ہیں۔ منفی رویوں اور رواجوں کیخلاف سزا سنانے والے قوانین کے علاوہ، دوسرے مسائل کیلئے دیوانی، فوجداری، انتظامی اور آئینی مسائل کیلئے بھی قانون سازی ضروری ہے۔ عورتوں کو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر متاثر کرنے والے قواعد میں ترمیم اور بچوں کی نگہداشت کے مراکز کے قیام کیلئے بھی قوانین کی ضرورت ہے۔ عورتوں کے حقوق کیلئے اُبھرنے والے قانونی ڈھانچوں کی تشخیص کیلئے نئے قانونی رجحانات پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔

کون سے قوانین مرتب کرنا، پیش کرنا اور کن قوانین کی حمایت کرنا ضروری ہے، اسکا فیصلہ اراکین اسمبلی ہی کرسکتے ہیں۔ اپنی وزارتوں میں قوانین کے انتخاب اور انہیں بطور سرکاری بل لانے کا فیصلہ خود وزراء ہی کرسکتے ہیں۔

قانون سازی کے حوالے سے زیادہ ذمہ داری خواتین اراکین پر عائد ہوتی ہے۔ اسمبلیوں میں عورتوں کیلئے مخصوص سیٹیں مقرر کرنے کے پیچھے بنیادی محرک عورتوں کے حوالے سے مسائل پر قانون سازی اور ان مسائل کو زیر بحث لانا ہے۔ اُنکی ذمہ داری ہے کہ وہ بنیادی اور ثانوی قانون سازی کے ذریعے عورتوں کے مسائل پر توجہ دلائیں، اور اس طرح عورتوں کے تحفظ، انکے خلاف تشدد اور امتیازی سلوک کے خاتمے کو یقینی بنائیں۔ ان کو چاہیے کہ وہ عورتوں کے مسائل پر عدم توجہی کیلئے حکومت کا محاصرہ کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ خواتین اراکین اسمبلی اپنی قابلیت کا استعمال کرتے ہوئے عورتوں کے حوالے سے مثبت قوانین پیش کریں گی۔

قانون سازوں کے کردار کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے، عورت فاؤنڈیشن کا یقین ہے کہ عورتوں کے حوالے سے قانون سازی کیلئے اُنکی کوششوں پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ نتیجتاً، حالیہ حکومت کے ماتحت قانون سازی کے تمام اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور عورتوں کے حوالے سے منظور یا پیش کئے گئے ایسے قوانین پر نظرثانی کی گئی جو عورتوں پر بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس طرح کے تجزیے سے ایسی اراکین اسمبلی کے بارے میں جانکاری ہوتی ہے جو قانون سازی میں زیادہ متحرک ہوتی ہیں۔ اور یوں امید کی جاتی ہے کہ اس سے باقی اراکین کو ترغیب ملے گی کہ وہ قوانین کی حمایت کریں یا خود قوانین پیش کریں۔ امید ہے کہ اس سے حکومت کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی کہ وہ عورتوں کیلئے زیادہ قانون سازی کریں۔

ایسا تجزیہ نا صرف مختلف اسمبلیوں میں قانون سازی کی کامیابی کی شرح، قومی اور صوبائی سطح پر ظاہر ہونے والے مسائل قانون سازی کی قسموں کے بارے میں جانکاری، بلکہ قانون سازی کی قسموں کے حوالے سے تازہ ترین رجحانات کے تعین پر زور دیتا ہے۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مضمون پیش کئے گئے قوانین کا تجزیہ نہیں کرتا۔ یہ مضمون اراکین اسمبلی کی ذمہ داریوں، اور خاص طور پر عورتوں کے مسائل کے حوالے سے انکے بڑھتے ہوئے فرائض کو واضع کرتا ہے۔ یہ مضمون اراکین اسمبلی کی طرف سے عورتوں کے حوالے سے پیش کئے گئے قوانین کا جائزہ بھی نہیں لیتا۔

قانون سازی پر پیش رفت

قومی اسمبلی

حکومتی بل: وفاقی حکومت کی طرف سے قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کے حوالے سے کوئی قانون پیش نہیں کیا گیا۔

پرائیویٹ ممبر بل ز (پی ایم بی ز): قومی اسمبلی میں اراکین نے اب تک 10 پرائیویٹ ممبر بل پیش کئے۔ ان قوانین کے

بقیہ صفحہ 4 پر

پارلیمان سے منظور کی گئی عورتوں کیلئے مخصوص قانون سازی (مئی 2013 - مئی 2014)

قومی اسمبلی

عورتوں سے مخصوص کوئی قانون قومی اسمبلی سے منظور نہیں ہوا۔اس عرصے میں منظور کئے جانیوالا واحد بل فنانس ایکٹ، 2013 تھا

سینٹ

عورتوں سے مخصوص کوئی قانون اس دوران منظور نہیں ہوا

صوبائی اسمبلی پنجاب

قانون کا عنوان	پیش کرنے کی تاریخ	منظور ہونے کی تاریخ
دی پنجاب ریپروڈکٹو، میٹرنل، نیونیٹل اینڈ چائلڈ ہیلتھ اتھارٹی ایکٹ، 2014	13-03-2014	20-03-2014
دی پنجاب فیئر ریپریزنٹیشن آف وومن ایکٹ، 2014	08-03-2014	08-03-2014
دی پنجاب شاپس اینڈ اسٹیبلشمنٹ (امینڈمنٹ) ایکٹ، 2013	15-08-2014	13-02-2014
دی پنجاب کمیشن آف دی سٹیٹس آف وومن ایکٹ، 2013	15-08-2014	12-02-2014
دی پنجاب ٹرانسپیرنسی اینڈ رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ، 2013	29-11-2013	28-04-2014

صوبائی اسمبلی سندھ

قانون کا عنوان	پیش کرنے کی تاریخ	منظور ہونے کی تاریخ
دی سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ، 2013	31-10-2013	28-04-2014

صوبائی اسمبلی خیبر پختونخوا

قانون کا عنوان	پیش کرنے کی تاریخ	منظور ہونے کی تاریخ
دی خیبر پختونخوا ڈیزرونگ وڈوز اینڈ سپیشل پرسن ز ویلفیئر فاؤنڈیشن ایکٹ، 2014	21-01-2014	22-01-2014
دی خیبر پختونخوا پروموشن، پروٹیکشن اینڈ انفورسمنٹ آف ہیومن رائٹس ایکٹ، 2014	07-01-2014	13-01-2014
دی خیبر پختونخوا رائٹ ٹو انفارمیشن ایکٹ، 2013	16-09-2013	31-10-2013

صوبائی اسمبلی بلوچستان

قانون کا عنوان	پیش کرنے کی تاریخ	منظور ہونے کی تاریخ
دی بلوچستان پروٹیکشن اینڈ پروموشن آف بریسٹ فیڈنگ اینڈ چائلڈ نیوٹریشن ایکٹ، 2014	13-01-2014	18-01-2014
دی بلوچستان ڈومیسٹک وائلنس (پریوینشن اینڈ پروٹیکشن) ایکٹ، 2014	01-02-2014	01-02-2014
دی سردار بہادر ویمنز یونیورسٹی (امنڈمنٹ) ایکٹ، 2014	-----	01-02-2014

پہلے پارلیمانی سال کا دورانیہ

اسمبلی	عرصہ
قومی اسمبلی	1جون 2013 ـ 15مئی 2014
پنجاب اسمبلی	1جون 2013 ـ 28مئی 2014
سندھ اسمبلی	29مئی 2013 ـ 6جون 2014
خیبر پختونخوا اسمبلی	29مئی، 2013 ـ 6جون 2014
بلوچستان اسمبلی	31مئی، 2013 ـ 22مئی 2014

پہلے پارلیمانی سال (2013-2014) میں عورتوں کے حقوق پر قانون سازی کی کارکردگی

عورتوں سے مخصوص جمع کی جانیوالی قانون سازی مئی 2013۔مئی 2014

قومی اسمبلی

بل کا عنوان	حکومتی یا غیر حکومتی اراکین بل	منظور ہونے کی تاریخ
دی ایچ آئی وی/ایڈز (سیفٹی اینڈ ی کنٹرول ایکٹ)،2013	غیر حکومتی اراکین: ڈاکٹر عذرا فضل پیچوہو، ڈاکٹر نفیسہ شاہ	17-09-2013
دی پولیٹیکل پارٹیز آرڈر (امینڈ منٹ) بل،2013	غیر حکومتی اراکین: ڈاکٹر نفیسہ شاہ، ڈاکٹر افضل پیچوہو	17-09-2013
دی ایسڈ اینڈ برن کرائم بل 2014 (جورس ڈکشن آئی سی ٹی)	غیر حکومتی اراکین: محترمہ ماروی میمن، کیپٹن (ریٹائرڈ) محمد صفدر، مخدوم خسرو بختیار، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ عفت لیاقت، جناب اسفیار ایم بھنڈارا، محترمہ سیما محی الدین جمیلی، جناب قیصر احمد شیخ، جناب شہاب الدین خان، بیگم طاہرہ بخاری، محترمہ فرحانہ قمر، محترمہ لیلا خان، محترمہ کرن حیدر، جناب سلمان حنیف	8-04-2014
دی ریپریزنٹیشن آف دی پیپل (امنڈمنٹ) بل،2014	غیر حکومتی اراکین: جناب ایس اے اقبال قادری، جناب سفیان یوسف، جناب ساجد احمد، ڈاکٹر نکہت شکیل خان	08-04-2014
دی پروہیبشن آف کارپورل پنشمنٹ بل،2014	غیر حکومتی اراکین: محترمہ ماری میمن، محترمہ لیلا خان	25-03-2014
دی چائلڈ میرج ریسٹرینٹ (امنڈمنٹ) بل،2014	غیر حکومتی اراکین: محترمہ ماروی میمن، محترمہ آسیہ ناز تنولی، جناب محمد پرویز ملک، محترمہ شائستہ پرویز	25-03-2014
دی کریمنل لاء (امنڈمنٹ) ایکٹ،2014	غیر حکومتی رکن: محترمہ شائستہ پرویز	04-03-2014
دی ہندو میرج ایکٹ 2014	غیر حکومتی اراکین: محترمہ ماروی میمن، محترمہ لیلا خان	25-02-2014
دی کریمنل لاء (امنڈمنٹ) بل 2014	غیر حکومتی اراکین: محترمہ کشور زہرہ، شیخ صلاح الدین	28-01-2014

سینٹ

بل کا عنوان	حکومتی یا غیر حکومتی اراکین بل	منظور ہونے کی تاریخ
دی اینٹی۔ہانرکلنگ لاز (کریمنل لاز امنڈمنٹ) ایکٹ 2014	غیر حکومتی رکن: سیدہ صغریٰ امام	24-02-2014
دی ڈومیسٹک ورکرز (ایمپلائمنٹ رائٹس) ایکٹ 2013	غیر حکومتی رکن: جناب عثمان سیف اللہ خان	20-01-2014
دی پروٹیکشن اگینسٹ ہیراسمنٹ آف ویمن ایٹ دی ورک پلیس (امینڈمنٹ) ایکٹ 2014	غیر حکومتی رکن: جناب فرحت اللہ بابر	20-01-2014
دی اینٹی۔ریپ لاز (کریمنل لاز امنڈمنٹ) ایکٹ 2014	غیر حکومتی رکن: سیدہ صغریٰ امام	13-01-2014

صوبائی اسمبلی پنجاب

بل کا عنوان	حکومتی یا غیر حکومتی اراکین بل	منظور ہونے کی تاریخ	نتیجہ
دی چائلڈ میرج پروٹیکشن بل 2013	غیر حکومتی رکن: محترمہ حنا پرویز بٹ	03-10-2013	مسترد
دی ڈومیسٹک وائلنس بل 2014	غیر حکومتی رکن: ڈاکٹر نوشین حامد	17-01-2014	زیر کاروائی
دی پنجاب رسٹرکشن آف ڈاوری بل 2014	غیر حکومتی رکن: محترمہ حنا پرویز بٹ	07-02-2014	زیر کاروائی
دی پنجاب رائٹ آف چلڈرن آف فری اینڈ کمپلسری ایجوکیشن بل 2014	غیر حکومتی رکن: محترمہ حنا پرویز بٹ	27-03-2014	زیر کاروائی
دی ڈومیسٹک ورکرز (ایمپلائمنٹ رائٹس) بل 2014	غیر حکومتی رکن: محترمہ حنا پرویز بٹ	09-04-2014	خزانہ بل، حکومتی منظوری کا منتظر

صوبائی اسمبلی سندھ

بل کا عنوان	حکومتی یا غیر حکومتی اراکین بل	منظور ہونے کی تاریخ	نتیجہ
دی سندھ پروہیبشن آف ڈاوری بل 2013	حکومتی رکن: محترمہ شرمیلا فاروقی	24-09-2013	پیش ہو چکا
دی چائلڈ میرج پروہیبشن بل 2013	حکومتی رکن: محترمہ شرمیلا فاروقی	24-09-2013	حکومتی بل کے ساتھ ختم کر دیا گیا، اور 28-04-2014 کو منظور ہوا۔
دی مینڈیٹری ڈی این اے ٹیسٹنگ بل 2013	حکومتی رکن: محترمہ شرمیلا فاروقی	25-02-2014	پیش ہو چکا

☆ خیبر پختونخوا اور بلوچستان اسمبلیوں میں عورتوں کیلئے مخصوص کوئی بل پیش نہیں کیا گیا۔

بقیہ صفحہ 3 سے

موضوعات میں صحت، عوام کا حق نمائندگی، جسمانی سزا اور قانونی ترامیم، ٹیکنالوجی کے ذریعے رقوم غصب کرنا، بچوں کی فحش فلمیں بنانا، بچوں پر تشدد وغیرہ شامل ہیں۔

سینٹ

پرائیویٹ ممبر بلز (پی ایم بی ز): سینٹ میں 4 پرائیویٹ ممبرز بل پیش کئے گئے جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر عورتوں کے مسائل سے متعلق ہیں جن میں کاروکاری، وفاقی دارالحکومت میں گھریلو مزدور عورتوں کے مسائل، عورتوں کو کام کی جگہ پر ہراساں کرنا اور زنا بالجبر شامل ہیں۔

پنجاب

حکومتی بل: پنجاب اسمبلی میں حکومت نے چار قوانین منظور کئے جو بچوں اور ماؤں کے تحفظ، بچوں کے لئے حفاظتی کمروں، صوبائی کمیشن برائے وقار نسواں، اور سرکاری اداروں میں فیصلہ ساز عہدوں پر عورتوں کیلئے کوٹا مقرر کرنے کے بارے میں ہیں۔

پرائیویٹ ممبرز بل (پی ایم بی ز): پنجاب اسمبلی میں صرف ایک خاتون رکن نے 5 قوانین پیش کئے جو کم عمری کی شادی، گھریلو تشدد، جہیز کی ممانعت، مفت اور لازمی تعلیم اور گھریلو مزدور عورتوں کے بارے میں ہیں۔

سندھ

حکومتی بل: سندھ اسمبلی میں حکومت کی طرف، عورتوں کیلئے مخصوص، صرف ایک قانون لایا اور منظور کیا گیا۔ یہ قانون کم عمری کی شادی کی بارے میں تھا جو محترمہ روبینہ سعادت قائم خانی، وزیر برائے ترقی خواتین اور خصوصی تعلیم، نے پیش کیا تھا۔

پرائیویٹ ممبرز بل ز (پی ایم بی ز): سندھ اسمبلی میں ایک ہی خاتون رکن نے 3 پرائیویٹ ممبرز بل پیش کئے۔ یہ قوانین کم عمری کی شادی (جسے خصوصی کمیٹی نے حکومتی بل میں ضم کر دیا)، ڈی این اے کے طبی معائینے اور خصوصی افراد کی فلاح و بہبود پر مشتمل تھے۔

خیبر پختونخوا

حکومتی بل: خیبر پختونخوا کی اسمبلی میں حکومت نے انسانی حقوق کے تحفظ اور، بیوہ عورتوں اور خصوصی افراد کی فلاح و بہبود کیلئے دو قوانین منظور کئے۔

پرائیویٹ ممبرز بل ز (پی ایم بی ز): خیبر پختونخوا اسمبلی میں کوئی پرائیویٹ ممبرز بل پیش نہیں کیا گیا۔

بلوچستان اسمبلی

حکومتی بل: بلوچستان اسمبلی میں حکومت نے گھریلو تشدد، اور بچوں کیلئے ماؤں کے دودھ اور غذائیت کے حوالے سے دو قوانین منظور کئے۔

پرائیویٹ ممبرز بل ز (پی ایم بی ز): بلوچستان اسمبلی میں اراکین کی طرف سے کوئی پرائیویٹ ممبر بل پیش نہیں کیا گیا۔

تجزیہ اور رائے

صوبوں اور وفاق میں سماجی اور سیاسی صورتحال کے فرق کو تسلیم کرنے کی باوجود ان میں کچھ مسائل مشترکہ ہیں جنہیں قبول کرنا چاہیے۔

مقامی حکومت کی طرف سے قانون سازی کی کمی باعث افسوس ہے۔ پچھلی حکومت کی طرف سے عورتوں کے حقوق کیلئے منظور کئے گئے کئی قوانین کو مدنظر رکھتے ہوئے، موجودہ حکومت کی کارکردگی پر تنقیدی نظر رکھی جارہی ہے اور توقع ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کے حقوق کیلئے مزید قوانین منظور کئے جائیں گے۔ اگرچہ نئی حکومت کو وقت دیا جانا چاہیے مگر عورتوں کے مسائل کو نظر انداز کرنے یا دوسرے مسائل کو عورتوں کے مسائل پر ترجیح دینے کی پالیسی برداشت نہیں کی جاسکتی۔

پچھلی حکومت کی طرف سے صنفی مسائل پر توجہ کے نتیجے میں عورتوں کیلئے کئی مثبت قوانین پاس کئے گئے، مثلاً 'ویمن کاکس کا قیام' جو ایسی خواتین اراکین پر مشتمل ہے جنہوں نے سیاسی وابستگی سے بالاتر ہو کر عورتوں کے حقوق اور انسانی حقوق کو اپنا بنیادی مقصد بنایا ہے۔ ویمن کاکس کو اس حوالے سے دی گئی تحقیق اور پیروکاری مثبت ثابت ہوئی ہے۔ یہ خواتین مختلف سٹینڈنگ کمیٹیوں کی رکن بھی ہیں، اور یوں کاکس اور کمیٹیوں میں انکی کارکردگی انتہائی مفید رہی ہے۔ یہ سلسلہ صرف قومی اسمبلی میں ہی نہیں بلکہ صوبائی اسمبلیوں میں بھی جاری کیا جانا چاہیے۔

موجودہ حکومت کی طرف سے عورتوں کے حقوق اور انسانی حقوق کو کم ترجیح دینے کے عوامل میں وفاقی سطح پر وزارت ترقی خواتین اور خود مختار وزارت اِنسانی حقوق کی کمی ہے۔ دونوں وزارتوں کو دوسری وزارتوں میں ضم کر دیا گیا۔ اگرچہ قومی کمیشن برائے وقار نسواں عورتوں کے حقوق کیلئے اہم کردار ادا کر رہا ہے، مگر اسکے اختیارات کو وفاقی وزارت کے اختیارات کے ساتھ مغلط نہیں کرنا چاہیے۔ وزارت ترقی خواتین کی دوبارہ تشکیل کیلئے پیروکاری کو جاری رہنا چاہیے۔

سندھ حکومت نے ایک قانون منظور کیا۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ عورتوں کیلئے مخصوص قوانین لانے پر توجہ دے، کیونکہ سندھ اسمبلی ایسے قوانین کی منظوری کیلئے تیار ہے جو باقی اسمبلیوں میں متنازعہ قرار دیئے گئے، جیسا کہ پچھلی حکومت میں گھریلو تشدد کے قانون کی

بقیہ صفحہ 5 پر

اسمبلیوں میں زنا بالجبر اور جنسی تشدد پر پیش کئے گئے مسوداتِ قانون

اراکین اسمبلی کی طرف سے پرائیویٹ ممبرز بلوں کے ذریعے اُٹھائے گئے ترجیحی مسائل سول سوسائٹی کیلئے بھی باعث تشویش ہیں جیسا کہ زنا بالجبر کے واقعات، جنسی تشدد، تشدد سے بچ جانیوالی عورتوں کا علاج اور ان جرائم کی تفتیش۔

سول سوسائٹی کو قانون ساز اداروں میں پیش کئے جانیوالے ان بلوں کے بارے میں آگاہی ہونی چاہیے، اور ان پر تنقیدی تحقیق، ٹھوس اور بروقت تجاویز لانی چاہیں۔ ان مسائل کے بارے میں قوانین پر قانونی رائے اور انکی منظوری کیلئے پیروکاری بھی انتہائی ضروری ہے۔

محترمہ ماروی میمن اور محترمہ لیلا خان نے قومی اسمبلی میں کریمنل لاء (امینڈمنٹ) ایکٹ، 2014، پیش کیا جس میں جنسی بدسلوکی، بچوں کی فحش فلمیں بنانا، عورتوں اور بچوں کی ملکی خرید وفروخت اور بچوں پر تشدد پر مسائل شامل ہیں۔

محترمہ شائستہ پرویز نے قومی اسمبلی ایک بل پیش کیا: کریمنل لاء (امینڈمنٹ) ایکٹ، 2014۔ یہ بل زنا بالجبر کے خلاف قانون، بالخصوص اس جرم کی تفتیش اور اسکے خلاف قانونی کاروائی میں ترمیم تجویز کرتا ہے، اور سپریم کورٹ کے 2013 کے (ایس سی ایم آر 203) کا حوالہ دیتا ہے۔ یہ بل جنسی تشدد کے واقعات میں پولیس کی تفتیش کو نشانہ بناتا ہے؛ مختلف جرائم بشمول تشدد کا شکار ہونیوالوں کا سرکاری یا پرائیویٹ ہسپتالوں میں علاج میسر نہ ہونے وغیرہ کے خلاف مجرمانہ جوابدہی؛ پی پی سی میں دیئے گئے مختلف جرائم، خصوصاً جنسی تشدد کا شکار ہونیوالوں کے ناموں کو سامنے لانا؛ (14 سال سے کم عمر) بچوں کے خلاف جنسی تشدد کے جرم اور اسکی سزاء متعین کرنا؛ زنا بالجبر، زخمی کرنے اور عادی مجرموں کی سزاؤں کا تعین؛ تفتیش کے دوران خاتون افسر کی موجودگی کو لازم قرار دینا؛ اوپر دیئے گئے جرائم اور جنسی تشدد کے واقعات میں اگر کوئی عورت معلومات فراہم کر رہی ہو تو اس دوران اسکے رشتے دار یا مترجم کا لازمی بندوبست کرنا؛ پولیس کیلئے لازم قرار دینا کہ تشدد کی شکار خاتون کو اسکے قانونی نمائندگی کے حق کے بارے میں آگاہ کرے اور اُسے قانونی معاونت مہیا کرے۔ یہ بل زنا بالجبر کا شکار بننے والوں کے طبی معائنے کے طریقے اور معیار کا تعین کرتا ہے۔ اس میں عدالت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ وہ جنسی تشدد کے واقعات کے خلاف بند کمرے میں عدالتی کاروائی کرے۔ یہ بل اس پر بھی خاص توجہ دیتا ہے کہ جب زنا بالجبر اور دوسرے جنسی جرائم کا شکار عورتیں شہادت پیش کر رہی ہوں تو اس دوران ملزم کو موجود نہیں ہونا چاہیے، جبکہ ملزم کے وکیل کی طرف سے جرح کے حق کا بھی خیال رکھا جائے۔

سیدہ صغریٰ امام نے سینٹ میں اینٹی ریپ لاز (کریمنل لاء امنڈمنٹ) بل 2013، پیش کیا جو غلط سزا کیلئے تعزیری جوابدہی، زنا بالجبر کی شکار عورت کی شناخت کو سامنے لانے پر مجرمانہ کاروائی، اور زنا بالجبر کے مرتکب پولیس آفیسر، حکومتی ملازم، جیل کے انتظامی عملے یا ہسپتالی عملے اور حاملہ عورت اور بارہ سال سے کم عمر بچی کیخلاف زنا کے مرتکب شخص کے خلاف جرم کے تعین، سزائے موت، عمر قید اور جرمانے کی سزاء تجویز کرتا ہے۔ یہ بل ایسے کیس کے فیصلے کیلئے مدت کے تعین مثلاً 6 مہینے کی شفارش کرتا ہے، مگر عمل نہ ہونے کی صورت میں عدالت میں درخواست کا حق دیتا ہے۔ اس میں خاص طور پر سفارش کی گئی ہے کہ کسی عورت کی طرف سے غیر رضامندی کے بیان کو ہی غیر رضامندی کا ثبوب سمجھا جائے۔

محترمہ شرمیلا فاروقی نے سندھ اسمبلی میں (زنا بالجبر کے کیس میں) ڈی این اے معائینے کو لازمی قرار دینے کیلئے قانون پیش کیا۔ یہ قانون ڈی این اے معائینے، خصوصاً زنا بالجبر کے واقعات میں اسکی ضرورت پر زور دیتا ہے۔

(تحریر ملیحہ ضیاء)

پہلے پارلیمانی سال (2014-2013) میں عورتوں کے حقوق پر قانون سازی کی کارکردگی

بقیہ صفحہ 4 سے

منظوری اور موجودہ حکومت کے دور میں کم عمری کی شادی کے خلاف قانون کی منظوری۔

پنجاب حکومت نے عورتوں کی برابری کے حصول کیلئے صرف مجرمانہ سزاؤں کی بجائے مختلف نقطہ نظر اور طریقہ بنایا۔ عورتوں کی با اختیاری کیلئے سالانہ وسائل کے تعین کے علاوہ اور صرف صنفی تشدد جیسے مسائل پر توجہ کی بجائے حکومت پنجاب عورتوں کے حوالے سے نقطہ نظر میں تبدیلی، انکی لازمی ضرورتوں کے حصول اور ہر شعبے میں انکی شمولیت کیلئے طویل مدت اقدامات پر توجہ دے رہی ہے۔ جہاں اس بات کی تعریف ضروری ہے، وہاں پنجاب میں عورتوں کے خلاف تشدد کے بڑھتے ہوئے اعداد وشمار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور اس حوالے سے پنجاب اسمبلی کو نہ صرف تشدد کے خلاف ردعمل اور تحفظ پر کام کرنا چاہیے، بلکہ تشدد کی روک تھام پر زور دینا چاہیے۔

خیبر پختونخوا حکومت نے کمیشن کی تکمیل، محتسب اعلیٰ کو وسیع اختیارات دینے اور مستحق بیواؤں کے لئے ایک موثر تنظیم کی تشکیل کے ذریعے تحفظاتی نقطہ نظر اپنایا ہے۔ تاہم خیبر پختونخوا میں عورتوں کیخلاف تشدد خوفناک حد تک بڑھ گیا ہے اور اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ عورتوں کیلئے انصاف اور تحفظ کو یقینی بنایا جانا ضروری ہے کہ اس حوالے سے قانون سازی کی جائے۔

بلوچستان میں جو اہم قانون منظور ہوا ہے وہ گھریلو تشدد سے متعلق ہے، تاہم اس میں گھریلو تشدد کے ارتکاب کیلئے کوئی مجرمانہ جوابدہی نہیں ہے اور اس خامی کو ترمیم کے ذریعے دور کیا جانا چاہیے۔ بلوچستان وہ علاقہ ہے جہاں عورتوں اور اقلیتوں کے خلاف تشدد کے اعداد وشمار بہت زیادہ ہیں۔ حکومت اور اراکین اسمبلی کو اپنے شہریوں کے تحفظ اور قانونی حقوق کیلئے قطعی کردار ادا کرنا چاہیے۔

قومی اسمبلی میں مرد اور خواتین اراکین کی طرف سے پیش کئے گئے پرائیویٹ ممبر بل کی صورت تحال حوصلہ افزاء ہے، اور مرد اراکین نے خواتین اراکین اور عورتوں کے مسائل کی خاصی حمایت کی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت تک، پورے ملک میں کوئی پرائیویٹ ممبرز بل منظور نہیں ہوا، سوائے سندھ میں کم عمری کی شادی کیخلاف بل جسے محکمہ ترقی خواتین کے قانون میں ضم کردیا گیا۔ اکثر پرائیویٹ بلوں کو مزید قانونی رائے کیلئے متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹوں کے سپرد کردیا گیا۔ تاہم، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پچھلی حکومت کے دور میں عورتوں کے حوالے سے منظور کئے گئے اکثر قوانین دراصل حکومت کی طرف سے اپنائے گئے پرائیویٹ ممبرز بل تھے۔

قابل تشویش بات ہے کہ سندھ اور پنجاب دونوں اسمبلیوں میں صرف ایک ایک خاتون رکن اسمبلی نے عورتوں کے مسائل پر پرائیویٹ ممبرز بل پیش کئے۔ اگرچہ خواتین اراکین نے اسمبلیوں کی کاروائی میں متحرک کردار ادا کیا مگر عورتوں کے مسائل پر قانون سازی میں قابل ذکر پیش قدمی نہیں کرسکیں۔

سندھ اور پنجاب میں اس حوالے سے کسی اہم پیش قدمی کی کمی اور خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں مکمل فقدان کے پیچھے چھپی وجوہات معلوم کی جائیں۔ ان میں اکثر اراکین کو قوانین پر تحقیق اور مسودہ تیار کرنے کیلئے وسائل کی کمی، انہیں انکے اپنے وسائل اور امداد پر چھوڑ دینا، قوانین کی تکنیکی ماہیت وغیرہ جیسے عوامل شامل ہیں۔ خواتین اراکین اسمبلی کی حوصلہ افزائی کیلئے سول سوسائٹی کی حمایت اور دوسرے ذرائع تلاش کئے جائیں۔

اراکین اسمبلی کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ قانون سازی کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دیں، جیسا کہ قانون سازی کی طرف پیش قدمی میں کسی قانونی ضابطے میں چھوٹی سی ترمیم بھی شامل کی جاسکتی ہے جو عورتوں اور بچیوں کے حوالے سے انتہائی موثر ثابت ہوسکتی ہے۔

عورتوں اور بچوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کیلئے قومی پالیسی کا مطالبہ

بقیہ صفحہ آخر سے

دوبارہ بحالی کیلئے ضروری سہولتوں کو ایک چھت کے نیچے مہیا کیا جائے۔

جناب مرتضیٰ عباسی، ڈپٹی سپیکر، قومی اسمبلی نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سول سوسائٹی کی تنظیموں کو، صنفی برابری کے لئے، سیاسی جماعتوں کو اعتماد میں لینا چاہیے۔ اگر سیاسی رہنماء عوامی مسائل سے واقف ہونگے تو وہ اپنے حلقوں کے مسائل میں دلچسپی لیں گے۔ اس سے پہلے، ڈاکٹر رخشندہ پروین نے صنفی برابری پر عوامی بحث کا آغاز کیا۔ سیاسی جماعتوں کے نمائندوں اور اراکین اسمبلی میں درج ذیل لوگ شامل تھے:

پی ایم ایل (ن): محترمہ آسیہ ناز تنولی، ایم این اے، محترمہ فرحانہ قمر، ایم این اے، جناب عبدالرحمٰن کانجو ایم این اے، جناب راشد محمود خان، جنرل سیکرٹری خیبر پختونخوا۔

پی پی پی: ڈاکٹر مہرین بھٹو، ایم این اے، جناب شوکت محمود بصرا، سیکرٹری انفارمیشن پنجاب، جناب عامر فدا پراچہ، انچارج، سینٹرل سیکریٹریٹ۔

پی ٹی آئی: محترمہ منزہ حسن، ایم این اے، جناب شہریار آفریدی، ایم این اے، محترمہ نفیسہ عنایت اللہ خٹک، ایم این اے، محترمہ ساجدہ ذوالفقار خان، ایم این اے؛

ایم کیو ایم: محترمہ کشور زہرہ، ایم این اے، جناب محمد علی راشد، ایم این اے، بیرسٹر محمد علی سیف، سابق وفاقی وزیر، میاں عتیق، ممبر، رابطہ کمیٹی۔

اے این پی: سینیٹر فرح عاقل شاہ، سینیٹر امرجیت ملہوترا، محترمہ جمیلہ گیلانی، سیکرٹری جنرل، آرگنائزنگ کمیٹی اے این پی، کے پی، سید جعفر شاہ، ایم پی اے۔

جے آئی: جناب فرید احمد پراچہ، ڈپٹی جنرل سیکرٹری، محترمہ عائشہ سید، ڈپٹی جنرل سیکرٹری، ویمنز ونگ، ڈاکٹر رخسانہ، ویمنز ونگ۔

جے یو آئی: محترمہ نعیمہ کشور، ایم این اے، محترمہ شاہدہ اختر علی، ایم این اے۔

کیو ڈبلیو پی: جناب میراج ہمایوں خان، ایم پی اے، جناب طارق احمد خان، انفارمیشن سیکرٹری و ترجمان، جناب سلطان محمد خان، ایم پی اے، جناب اسد آفریدی ایڈووکیٹ، انچارج فاٹا۔

پی ایم ایل (ق): محترمہ فوزیہ ناز، جنرل سیکرٹری، ویمنز ونگ، سید فقیر حسین بخاری، سینئر مرکزی نائب صدر، محترمہ ماہم علی، جوائنٹ سیکرٹری سنٹرل ویمنز ونگ۔

وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق: جناب محمد حسن منگی، ڈائریکٹر جنرل انٹرنیشنل کمٹمنٹس اینڈ ہیومن رائٹس ونگ، جناب منور ڈگل، قانونی مشیر، اور جناب شہزاد احمد۔

آواز پروگرام کے نمائندے: جناب حارث خلیق، محترمہ نغمہ امداد، جناب ساجد منصور قیصرانی، جناب نعیم مرزا، جناب یونس خالد، جناب عرفان مفتی، محترمہ فیروزہ زہرہ، محترمہ ربیعہ ہادی، محترمہ عنبرین عجائب، جناب اکرم خورشید، اور جناب بابر جمال۔

قانون سازی پر نظر

'قانون سازی پر نظر' عورت پبلیکیشن اینڈ انفارمیشن سروس فاؤنڈیشن کے 'آواز اور جوابدہی' پروگرام کی ریسورس سروس کی طرف سے اسلام آباد سے تیار کیا جاتا ہے۔

مجلس ادارت

ملیحہ ضیاء، وسیم واگھا

لے آؤٹ ڈیزائن

شہزاد اشرف

آپکے خطوط، آراء اور تحریریں باعث خوشی ہونگی۔ رابطہ کیلئے:

عورت فاؤنڈیشن، مکان نمبر 16، اتاترک ایوینیو، (پرانا ایمبیسی روڈ)، G-6/4، اسلام آباد،

فون نمبر: 52-051-2831350، فیکس نمبر: 051-2831349

ویب سائٹ: www.af.org.pk

اظہار لاتعلقی

عورت فاؤنڈیشن اپنے دائرہ کار سے متعلق اُبھرتے ہوئے بحث ومباحث کو پیش کرتی ہے۔ ان صفحات پر پیش کئے جانے والے نقطہ ہائے مضمون نگار کے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ ادارہ کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوں۔

اہم قانون سازی کے ذریعے پنجاب کے سرکاری اداروں میں فیصلہ ساز عہدوں پر عورتوں کیلئے 33 فیصد حصہ مختص کر دیا گیا

سول سوسائٹی کی جانب سے 'پنجاب فیئر ریپریزنٹیشن آف ویمن ایکٹ، 2014' کی بھرپور ستائش

تحریر: ممتاز مغل

صنفی سوچ کو بین الحکومتی معاہدہ کے طور پر 1995 میں 'بیجنگ ڈیکلریشن اینڈ پلیٹ فارم فار ایکشن' میں شامل کیا گیا تھا، جس میں پاکستان بھی شامل ہوا، اور 'اکنامک اینڈ سوشل کونسل آف دی یونائیٹڈ نیشنز' سے اتفاق کیا، اور 1997/2 میں منطقی فیصلے پر بھی متفق ہوا۔ بیجنگ کانفرنس وہ پہلی عالمی کانفرنس تھی جہاں ترقی میں عورتوں کے حقوق کو مجموعی اور قطعی طور پر انسانی حقوق کیساتھ جوڑ دیا گیا۔ 'دی پلیٹ فارم فار ایکشن' بھی پہلا عالمی سیاسی سمجھوتا ہے جس میں 'عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کا معاہدہ۔ (سی ای ڈی اے ڈبلیو)' واضع طور پر سامنے آیا۔ یہ پلیٹ فارم بنیادی طور پر سی ڈی اے ڈبلیو (سیڈا) کا موضع بنا، مگر اس میں مطلوبہ اقدامات کی تفصیل بھی شامل ہے جیسا کہ (عورتوں کی) تربیت، اور زیادہ عورتوں کو فیصلہ سازی کے عہدوں پر لانا۔ یہ پلیٹ فارم اور سیڈا کنونشن دونوں میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ صنفی برابری کیلئے حکمت عملی اور پروگرام تشکیل دے۔

حکومت پاکستان انسانی حقوق کے بیشتر اہم بین الاقوامی معاہدوں کی توثیق کر چکی ہے جن میں تمام قسم کے نسلی امتیاز کے خاتمے کا معاہدہ (سی آر ای ڈی)، سیڈا (سی ای ڈی اے ڈبلیو)، بچوں کے حقوق کا معاہدہ (سی آر سی)، تشدد اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک اور سزاء کے خلاف معاہدہ (سی اے ٹی)، معذور افراد کے تحفظ حقوق کا عالمی معاہدہ (آئی سی آر پی ڈی)، معاشرتی اور سیاسی حقوق کا عالمی معاہدہ (آئی سی سی پی آر)، اور معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کا عالمی معاہدہ (آئی سی ای ایس سی آر) شامل ہیں۔ پاکستان انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے (یو ڈی ایچ آر) اور اقوام متحدہ کا رکن ہونے کے ناطے سیکورٹی کونسل کی کچھ دوسری قراردادوں کا بھی پابند ہے جیسا کہ 'ایس سی آر 1325' وغیرہ۔

سن 2000 سے 'ہزاریے کے ترقیاتی اہداف' (ایم ڈی جی ز) اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کا نمایاں حصہ رہے ہیں۔ یہ اہداف پائیدار ترقی اور صنفی برابری، جو کہ ترقی کا لازمی عنصر ہے، کے حوالے سے بین الاقوامی یقین دہانیوں کے اظہار کا واضع ذریعہ ہیں، اور زیادہ تر انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے تحت ریاستی ذمہ داریوں سے مماثل ہیں، بالخصوص 'خواتین کے خلاف تمام قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے کا معاہدہ (سی ای ڈی اے ڈبلیو۔ سیڈا)' اور 'معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کا عالمی معاہدہ (آئی سی ای ایس سی آر)'۔ 'ہزاریے کے ترقیاتی اہداف (ایم ڈی جی ز) کے بعد کی صورتحال جو حال ہی میں بین الاقوامی سطح پر زیر بحث ہے، اور اس سال کمیشن برائے وقار نسواں کا موضوع بھی تھی، 'ہزاریے کے ترقیاتی اہداف' (ایم ڈی جی ز) کے اصل مقاصد کو بڑھانے کی متقاضی ہے۔

قومی اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے عورتوں کے مسائل اور انکے خلاف امتیازی سلوک کے حل کی کوششیں کی ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین 1973، بنیادی حقوق کے باب میں، یو ڈی ایچ آر کی روح، اور اسمیں درج کافی حقوق کو، سموئے ہوئے ہے۔ حکومت پاکستان انسانی حقوق کے بیشتر اہم بین الاقوامی معاہدوں کی توثیق کر چکی ہے۔ حکومت پاکستان نے ماضی میں اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں کے مطابق کافی اقدامات کئے ہیں مثلاً 1998 میں 'قومی لائحہ عمل کا آغاز (جو کہ اس وقت معطل ہے اور دوبارہ مرتب کیا جا رہا ہے)؛ لیگل فریم ورک آرڈر کے ذریعے عورتوں کی سیاسی دھاروں میں شمولیت کو یقینی بنایا؛ وفاقی سطح پر 'وزارت ترقی خواتین' تشکیل دی (جسے آئین میں 18 ویں ترمیم کے ذریعے صوبوں کو منتقل کر دیا گیا ہے)؛ 2000 میں قومی کمیشن برائے وقار نسواں قائم کی، 2009 میں خیبر پختونخوا میں اور 2013 میں پنجاب میں، صوبائی کمیشن برائے وقار نسواں قائم کی)؛ عورتوں کی خودمختاری کی قومی حکمت عملی 2001؛ 'منصوبہ عمل برائے صنفی اصلاحات' گریپ (جی آر اے پی) 2005 جسکی مدت بطور قومی منصوبے کے ختم ہو چکی ہے؛ عورتوں کی معاشی امداد کی سکیمیں بشمول بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (جسکا دائرہ بہت وسیع ہے اور جو معاشی امداد کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم کا ذریعہ بھی ہے)؛ آئین میں 18 ویں ترمیم کے ذریعے صوبوں کو اختیارات کی منتقلی، اور قومی صوبائی سطح پر عورتوں کے حوالے سے مخصوص قوانین کا اجراء وغیرہ۔

پاکستان میں جمہوریت کی بحالی نے سیاسی اور عوامی حلقوں میں عورتوں کی شمولیت کے مواقع پیدا کئے ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو تسلیم کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے عورتوں کے مسائل اور انکے خلاف امتیازی سلوک کے حل کی کوششیں کی ہیں۔ فیصلہ سازی میں عورتوں کی شمولیت نہ صرف جمہوری انصاف کا تقاضہ ہے بلکہ عورتوں کے حقوق کو سنجیدگی سے لینے کی بنیادی شرط بھی ہے۔

عورتوں کی خودمختاری کیلئے حکومت پنجاب کی یقین دہانیاں

عورتوں کی خودمختاری کے حوالے سے قومی اور بین الاقوامی فرائض کے تناظر میں، وزیر اعلیٰ پنجاب نے، 8 مارچ 2012 کو 'عورتوں کی خودمختیاری کے منصوبے' کا اعلان کیا۔ یہ منصوبہ دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ، اس بات پر زور دیتا ہے کہ 'باقاعدہ اور عارضی بھرتی کیلئے تشکیل دی گئی کمیٹیوں میں عورتوں کو 33 فیصد نمائندگی دی جائے'۔ اس حکمت عملی میں دلائی گئی اپنی یقین دہانیوں کو نبھاتے ہوئے حکومت پنجاب نے انکو قانونی شکل دینے کیلئے کام شروع کر دیا۔ نتیجتاً، دو سال بعد، 8 مارچ 2014 کو پنجاب اسمبلی نے عورتوں کیلئے مخصوص اس حکومتی بل، 'دی پنجاب فیئر ریپریزنٹیشن آف ویمن ایکٹ، 2014' کی منظوری دی جو فیصلہ سازی میں عورتوں کی شمولیت کو یقینی بناتا ہے۔ عورتوں کی خودمختیاری کے منصوبے، جو 2013 اور 2014 میں جاری کئے گئے، عہد آفریں ہیں کیونکہ جزوی اور قلیل مدتی مقاصد کی بجائے، یہ دونوں منصوبے عورتوں کی خودمختیاری کیلئے حکومت پنجاب کی یقین دہانیوں اور طویل مدتی حکمت عملی کا اظہار ہیں۔ 'دی پنجاب فیئر ریپریزنٹیشن آف ویمن ایکٹ، 2014' بھی اسی یقین دہانی کا نتیجہ ہے۔ یہ منصوبہ دوسری ذمہ داریوں کے علاوہ، اس بات پر زور دیتا ہے کہ باقاعدہ اور عارضی بھرتی کیلئے تشکیل دی گئی کمیٹیوں میں عورتوں کو نمائندگی دی جائے۔ عورتوں کیلئے مخصوص یہ قانون نہ صرف عورتوں کی خودمختیاری کیلئے گنجائش پیدا کرتا ہے بلکہ اس طرح کے اقدامات کیلئے سوچ اور حکمت عملی کا اہم ذریعہ ہے۔

سول سوسائٹی اس قانون کی منظور پر خوش ہے، کہ جب اس قانون پر عملدرآمد ہوگا تو اس سے پنجاب کی صورتحال اور ماحول میں ڈرامائی تبدیلی آئے گی۔ حکومت پنجاب نے ایک دم حکومتی اور دوسرے فیصلہ ساز اداروں میں عورتوں کی شمولیت کو یقینی بنا دیا ہے، اور ہزاروں عورتوں کیلئے گنجائش پیدا کی ہے جو شعبہ ہائے زندگی کی نمائندگی کریں گی۔ چونکہ اب عورتیں حکومتی فیصلہ سازی میں سرگرمی سے حصہ لیں گی، اس سے پنجاب میں حکمرانی پر دوررس اثرات پڑیں گے، اور عورتوں کے تناظر اور تجربوں کو سامنے رکھتے ہوئے امید کی جاتی ہے کہ اس سے حکمرانی کے تمام پہلوؤں میں صنفی برابری واضع ہو کر سامنے آئے گی۔ مزید برآں، عورتوں کی صورت حال نہ صرف قانونی تحفظ کی وجہ سے بہتر ہوگی بلکہ اس لئے بھی کہ اب عورتیں بھاری تعداد میں اعلیٰ عہدوں پر شانہ بشانہ ہونگی۔ جبکہ اس سے پہلے عورتوں کو علامتی نمائندگی حاصل تھی، ایک غیر محفوظ اقلیت جو اتنی کمزور تھی کہ انکے لئے اپنی آواز بلند کرنا یا بیان دینا بھی ناممکن تھا، مگر 2014 میں اس قانون کی وجہ سے اب ایسی صورتحال نہیں۔ تاہم، یہ بہت ضروری ہے کہ ان عہدوں پر عورتوں کی تقرری شفاف طریقے سے اور جان پہچان یا سیاسی تعلقات کی بجائے کام اور قابلیت کی بنیاد پر کی جائے۔

عورتوں کی تقرری کیلئے شفاف عمل کو یقینی بنانے میں سول سوسائٹی نگران کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ اسکے علاوہ وہ نہ صرف ان عورتوں کو تربیت اور آگاہی دے سکتی ہیں، بلکہ کسی بھی قسم کی حمایت، جب بھی ضرورت ہو، مہیا کر سکتی ہیں۔

اس قانون کی شاندار کامیابی کے باوجود، ایسی چیزوں کی نشاندہی ضروری ہے جہاں پنجاب حکومت کی طرف سے زیادہ سرگرمی کی ضرورت ہے۔ حالیہ دنوں میں حکومت پنجاب نے اسمبلی میں سٹینڈنگ کمیٹیوں کا اعلان کیا، مگر ان کمیٹیوں میں عورتوں کی 33 فیصد نمائندگی کو یقینی نہیں بنایا گیا۔ اسی طرح مقامی حکومت کے قانون' 2013 میں حکومت پنجاب نے عورتوں کی نمائندگی کو 33 فیصد سے کم کر کے 10-12 فیصد کر دیا جو بڑی زیادتی ہے۔ حقیقت میں عورتوں کی نمائندگی نہ صرف کابینہ میں کم ہے بلکہ انکی سیاسی جماعتیں انکو اہم عہدے کم دیتی ہیں۔ عورتوں کی تقرری کیلئے شفاف عمل کو یقینی بنانے میں سول سوسائٹی نگران کا کردار ادا کر سکتی ہے۔

'پنجاب فیئر ریپریزنٹیشن آف ویمن ایکٹ، 2014' کے حقیقی اثرات

پی ایف آر ڈبلیو اے 2014 کے حقیقی عناصر اور خاصیت کو پنجاب میں عورتوں کیلئے اہم مثبت اثرات کا حامل جانا گیا ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ اس قانون سے آنیوالی تبدیلی کی وسعت اور پیمانے کا ادراک کیا جائے۔

پی ایف آر ڈبلیو اے 2014 نے موثر طریقے سے 66 قوانین میں ترمیم کی اور عورتوں کو مواقع فراہم کئے کہ وہ حکومتی اور دوسرے فیصلہ ساز اداروں کا حصہ بنیں۔ اسکے اثرات کی تفصیل نیچے دی گئی ہے۔

اس قانون میں عہد کیا گیا ہے کہ تمام قانونی اداروں، حکومتی کمپنیوں اور کمیٹیوں کے بورڈ کے اراکین میں 33 فیصد عورتیں ہونگی۔ اس طرح تقریباً 25000 عورتیں مختلف کونسلوں، محکموں، ٹاسک فورسز، اداروں اور انتظامی کونسلوں، کمیٹیوں اور عوامی تنظیموں کی کونسلوں کی رکن بنیں گی۔ جن 66 قوانین میں ترمیم کی گئی، انہیں نیچے 8 شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے جیسا کہ پبلک سیکٹر کارپوریشنز اور کمپنیاں، فنی وثقافتی ادارے، ریگولیٹری ادارے، سپیشل ٹاسک فورسز اور کمیٹیاں، پبلک سیکٹر آرگنائزیشنز، پبلک سیکٹر فاؤنڈیشنز، پبلک سیکٹر، یونیورسٹیاں اور تحقیقی وترقیاتی ادارے وغیرہ۔ چونکہ اب عورتیں حکومتی فیصلہ سازی میں سرگرمی سے حصہ لیں گی، اس سے پنجاب میں حکمرانی پر دوررس اثرات پڑیں گے، اور عورتوں کے تناظر اور تجربوں کو سامنے رکھتے ہوئے امید کی جاتی ہے کہ اس سے حکمرانی کے تمام پہلوؤں میں صنفی برابری واضع ہو کر سامنے آئے گی۔

بورڈ آف ڈائریکٹرز

(29 اور 33 فیصد نمائندگی)

مندرجہ ذیل محکموں کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں 29 عورتیں شامل ہونگی:

- 3 خصوصی تعلیم میں؛ 3 کانوں اور معدنیات میں؛ 3 کھیلوں، نوجوانوں کے لئے تفریح اور سیاحت میں؛ 3 ٹرانسپورٹ میں؛ 3 پنجاب رورل سپورٹ پروگرام میں؛ 3 پنجاب میونسپل ڈویلپمنٹ فنڈ میں؛ 1 پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن میں؛ 3 لاہور میوزیم میں؛ 3 بہاولپور میوزیم میں؛ 1 پنجاب جرنلسٹ ہاؤسنگ فاؤنڈیشن میں؛ 3 پنجاب لینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی میں؛ اور اربن سیکٹر پلاننگ اینڈ مینجمنٹ سروس یونٹ اور پنجاب سکل ڈویلپمنٹ فنڈ میں بورڈ آف ڈائریکٹر کی حیثیت سے 33 فیصد نمائندگی۔

بورڈ ممبرز

(20 اور 33 فیصد نمائندگی)

20 عورتیں مندرجہ ذیل محکموں اور اداروں کے بورڈ کی رکن بنیں گی:

- 1 پاور اور ڈویلپمنٹ بورڈ میں؛ 2 منیم ویجز بورڈ میں؛ 3 پنجاب سوشل سروس بورڈ میں؛ 2 ڈس ایبل پرسن ایکٹ 2012 میں؛ 3 پنجاب لائیو سٹاک اور ڈیری ڈویلپمنٹ بورڈ میں؛ 1 پنجاب بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ

بقیہ صفحہ 7 پر

گھریلو تشدد کے خاتمے کیلئے قانون سازی کی تازہ ترین صورتحال

عورت فاؤنڈیشن سٹاف رپورٹ

سول سوسائٹی نے گھریلو تشدد پر قانون کیلئے ایک لمبی جنگ لڑی ہے۔ پچھلی حکومت میں قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر منظور ہونے کے باوجود یہ بل جوائنٹ کمیٹی میں جانچ پڑتال کے دوران ساقط ہوگیا۔ ایسا لگتا ہے کہ اس بل میں تاخیر اسے ساقط کرانے کی ایک چال تھی۔ اس عمل کو حکومت کی طرف سے گھریلو تشدد پر وفاقی قانون کے لئے کئے گئے وعدوں سے انحراف سمجھا گیا۔

حال ہی میں جمع کرائے گئے قوانین کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اراکین اسمبلی عورتوں کیلئے مخصوص قوانین کے بارے میں مثبت سوچ رکھتے ہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ گھریلو تشدد پر قانون کی ضرورت اور سول سوسائٹی کی طرف سے تجویز کی گئی قانون سازی کے جواز کیلئے حکومت میں حساسیت پیدا کی جائے۔ اس کے لئے نئے اراکین کی حمایت پر توجہ دی جانی چاہیے۔

اس وقت تک دو صوبوں میں گھریلو تشدد پر قانون پاس ہو چکے ہیں: بلوچستان میں قانون گھریلو تشدد کو جرم قرار دیتا ہے، اور اسکے لئے حفاظتی تدابیر اور تشدد کے شکار عورتوں کے حقوق پر زور دیتا ہے۔ تاہم، گھریلو تشدد کے لئے مجرمانہ جوابدہی مقرر نہیں کی گئی۔ اسمبلی کو چاہیے کہ اس جرم کی سزا مقرر کرنے کیلئے قانون میں ترمیم کرے۔

سندھ اسمبلی نے 2013 میں گھریلو تشدد پر قانون منظور کیا۔ یہ قانون گھریلو تشدد کی تفصیلی وضاحت کے ساتھ ساتھ گھریلو تشدد کی ہر قسم کیلئے مجرمانہ جوابدہی مقرر کرتا ہے۔ تاہم، حکومت اس قانون پر عملدرآمد میں ناکام رہی ہے۔ اس قانون کے تحت قائم کئے جانیوالے کمیشن، کمیٹیاں اور افسران ایک سال گزر جانے کے باوجود ابھی تک قائم اور مقرر نہیں کئے گئے۔ حکومت اس قانون کو عام کرنے میں بھی ناکام رہی۔ پولیس، عدالتیں اور سرکاری ملازمین جیسے متعلقہ حلقے بھی قانون سے ناواقف ہیں کہ اس قانون کا دائرہ کار کیا ہے۔

پنجاب اسمبلی میں اس کے لئے ایک پرائیویٹ ممبرز بل پیش کیا جا چکا ہے۔ اسمبلی کو چاہیے کہ وہ ایک مثبت قانون منظور کرے، جس میں گھریلو تشدد کو واضح جرم کے طور پر لیا گیا ہو۔ اس بل کو سقوط یا سٹینڈنگ کمیٹی میں تاخیر کا شکار نہ کیا جائے۔

خیبر پختونخوا میں گھریلو تشدد کے خلاف بل لانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اطلاعاً وہاں کے حالات اس طرح کا بل لانے کیلئے غیر موزوں ہیں، اور سیاسی و عوامی رائے گھریلو تشدد کو جرم قرار دینے کے خلاف ہے۔ ضروری ہے کہ خیبر پختونخوا میں گھریلو تشدد کے مسئلے پر شعور پیدا کرنے اور اسکے لئے سیاسی حمایت کی کوشش کی جائے۔

قومی کمیشن برائے وقار نسواں (این سی ایس ڈبلیو) نے وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق کے تعاون سے دارالخلافہ اسلام آباد میں گھریلو تشدد کے خلاف بل لانے میں رہنما کردار ادا کیا ہے۔ اس قانونی مسودے میں سول سوسائٹی کی طرف سے مجوزہ قانون اور بلوچستان اور سندھ میں جاری کئے گئے گھریلو تشدد کے خلاف سرکاری بل لانے کے وعدوں کے برخلاف، حکومت کی طرف سے اس بل کو قومی اسمبلی کے ایجنڈا پر لانے کیلئے ابھی تک کوئی کاروائی سامنے نہیں آئی۔

سول سوسائٹی کا مطالبہ ہے حکومت گھریلو تشدد کے مسئلے کو وفاقی قانون کی حیثیت دے۔ چودویں قومی اسمبلی اور سینٹ میں اس مسئلے پر نئے سرے سے سرگرمی کی ضرورت ہے۔

اہم قانون سازی کے ذریعے پنجاب کے سرکاری اداروں میں فیصلہ ساز عہدوں پر عورتوں کیلئے 33 فیصد حصہ مختص کردیا گیا

بقیہ صفحہ 6 سے

سیکنڈری ایجوکیشن میں؛ 1 پنجاب اکنامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں؛ 3 پنجاب ویلفیئر ٹرسٹ فار ڈس ایبلڈ میں؛ 2 پنجاب بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن میں؛ 2 عورتیں ٹاؤن امپرومنٹ ایکٹ میں متولی/امین کی حیثیت سے؛ 'پنجاب ہولی قرآن (پرنٹنگ اور ریکارڈنگ) ایکٹ، 2011 میں؛ متحدہ علماء بورڈ آف پنجاب میں عورتوں کی 33 فیصد نمائندگی؛ پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ میں عورتوں کی 33 فیصد نمائندگی؛ اور چیرٹ ایبل انڈومنٹ ایکٹ میں 33 فیصد نمائندگی۔

گورننگ باڈی: (95)

95 عورتیں مندرجہ ذیل محکموں کی گورننگ باڈیز کی رکن بنیں گی:

- 2 پراونشل امپلائیز سوشل سیکورٹی کی؛ 2 پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف لینگویج، آرٹ اینڈ کلچر کی؛ لاہور آرٹس کونسل کی؛ 1 پنجاب گورنمنٹ ایجوکیشنل اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ ایکٹ کے تحت بورڈ آف گورنرز آف لائبریریز کی؛ 78 اٹانومس ایجوکیشنل اداروں کی؛ اور 6 عورتیں پنجاب آرٹس کونسل کی رکن کی حیثیت سے۔

مینجمنٹ بورڈ: (99)

99 عورتیں مندرجہ ذیل اداروں کے مینجمنٹ بورڈ کی رکن بنیں گی:

- 24 عورتیں پنجاب میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوٹ اور تدریسی ہسپتالوں کے مینجمنٹ بورڈ کی رکن بنیں گی؛ 1 عورت پراونشل مینجمنٹ بورڈ (گزٹ) کی؛ 1 عورت پراونشل مینجمنٹ بورڈ (نان گزٹ) کی؛ 72 عورتیں ڈسٹرکٹ بنیو ولنٹ فنڈ کی؛ اور 1 سیکریٹیریٹ بورڈ آف مینجمنٹ کی۔

محکمے

(28 فیصد)

28 عورتیں مندرجہ ذیل اداروں کے مختلف محکموں کی رکن بنیں گی:

- 8 پنجاب اریگیشن اینڈ ڈرینج اتھارٹی ایکٹ 1997 کی؛ 1 چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی؛ 2 پنجاب پروکیورمنٹ ریگولیٹری اتھارٹی کی؛ 1 پنجاب دانش سکول اینڈ سینٹرز آف ایکسیلینس کی؛ 1 لاہور رنگ روڈ اتھارٹی کی؛ 4 پنجاب فوڈ سیفٹی اینڈ سٹینڈرڈز کی؛ 3 پنجاب پارکس اینڈ ہارٹیکلچر کی؛ 2 پنجاب ٹیکنیکل ایجوکیشن ووکیشنل ٹریننگ کی؛ 3 لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی، اور 3 عورتیں سستی روٹی اتھارٹی کی ممبر بنیں گی۔

کونسلیں: (10)

10 عورتیں نیچے درج کونسلوں کی رکن بنیں گی:

- 4 پنجاب بیت المال کونسل کی؛ 1 پراونشل زکوۃ کونسل کی؛ 4 پنجاب انوائرمینٹل پروٹیکشن کونسل کی، اور ایک عورت کونسل آف فارمیسی کی رکن بنے گی۔

کمیٹیاں

(24,436 اور 33 فیصد نمائندگی)

کل 24436 عورتیں مختلف زکواۃ کمیٹیوں کی رکن بنیں گی:

- 36 عورتیں ضلعی زکواۃ کمیٹی کی رکن بنیں گی؛ جبکہ 24400 عورتیں مقامی زکواۃ کمیٹی کی رکن بنیں گی؛ اور اتحاد بین المسلمین کمیٹی میں بھی عورتوں کی 33 فیصد نمائندگی کو یقینی بنانا چاہیے۔

سینٹ: (67)

67 عورتیں مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں کی سینٹ کی رکن بنیں گی:

- 9 عورتیں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی سینٹ کی؛ 23 عورتیں پنجاب یونیورسٹی، لاہور کی؛ 16 بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی؛ 15 عورتیں انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی یونیورسٹی، لاہور کی؛ اور 4 عورتیں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی سینیٹ کی رکن بنیں گی۔

سنڈیکیٹ: (58)

58 عورتیں مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں کے سنڈیکیٹ کی رکن بنیں گی:

- 1 یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز لاہور کی؛ 2 اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور؛ 4 فاطمہ جناح یونیورسٹی راولپنڈی کی، 2 پنجاب یونیورسٹی لاہور کی؛ 4 گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد کی؛ 5 گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور کی؛ 2 بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی؛ 5 گجرات یونیورسٹی کی؛ 4 ویمن یونیورسٹی ملتان کی؛ 4 گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد کی؛ 4 گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور کی؛ 4 انفارمیشن ٹیکنالوجی یونیورسٹی پنجاب کی؛ 1 انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی لاہور کی؛ 2 انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی ٹیکسلا کی؛ 2 انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی ٹیکسلا کی؛ اور 6 کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی سنڈیکیٹ کی رکن بنیں گی۔

اکیڈمک کونسل: (75)

75 عورتیں مندرجہ ذیل اکیڈمک کونسلز کی رکن بنیں گی:

- 1 اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی؛ 5 فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی کی؛ 6 لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی کی؛ 6 پنجاب یونیورسٹی لاہور کی؛ 6 گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد کی؛ 7 گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کی؛ 7 بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی؛ 6 گجرات یونیورسٹی کی؛ 6 ویمن یونیورسٹی ملتان کی؛ 6 گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ کی؛ 6 گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد کی؛ 6 گورنمنٹ صادق کالج یونیورسٹی بہاولپور کی؛ 2 انفارمیشن ٹیکنالوجی یونیورسٹی پنجاب کی؛ 1 انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی لاہور کی؛ 2 انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی، ٹیکسلا کی، اور 3 کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور کی۔

سلیکشن بورڈز 28

28 عورتیں مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں کے سلیکشن بورڈز کی رکن بنیں گی:

- 1 عورت فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی کے سلیکشن بورڈ کی رکن بنے گی؛ 1 لاہور کالج فار ویمن یونیورسٹی کی؛ 1 گورنمنٹ کالج فیصل آباد کی؛ 1 گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کی؛ 1 بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی؛ 1 گجرات یونیورسٹی کی؛ 1 ویمن یونیورسٹی ملتان کی؛ 1 گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ کی؛ 1 گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد کی؛ 1 گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور کی؛ 1 انفارمیشن ٹیکنالوجی یونیورسٹی پنجاب کی؛ 15 عورتیں انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی لاہور کے سلیکشن بورڈ کی رکن بنیں گی؛ 1 عورت انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی یونیورسٹی ٹیکسلا کی؛ اور 1 عورت کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کے سلیکشن بورڈ کی رکن بنے گی۔

ایڈوانس سٹڈیز اینڈ ریسرچ بورڈ: (6)

6 عورتوں کو یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور کے ایڈوانس سٹڈیز اینڈ ریسرچ بورڈ کی رکن بنیں گی۔

کمیشن: (3)

3 عورتوں کو پنجاب ایگزامینیشن کمیشن کا رکن بنایا جائے گا۔

ایڈوائزر/کنسلٹنٹ: (7)

7 عورتوں کو پنجاب محتسب اعلی کے دفتر میں رکن ایڈوائزری بورڈ یا بطور کنسلٹنٹ مقرر کیا جائے گا۔

کمپنی/کارپوریشن: (17)

17 عورتیں مختلف کمپنیوں اور کارپوریشنوں کی رکن بنیں گی:

- 2 عورتیں پنجاب ایگری کلچر اینڈ میٹ کمپنی کی رکن؛ 1 پنجاب سمال انڈسٹریز کی رکن؛ 3 پنجاب انڈسٹریل ڈویلپمنٹ اینڈ مینجمنٹ کمپنی کی رکن؛ 2 پنجاب بورڈ انوسٹمنٹ اینڈ ٹریڈ کی رکن؛ 2 ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ کمپنی؛ 3 پنجاب ہاؤسنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ایجنسی کی رکن، اور 1 عورت پنجاب منرل کمپنی کی رکن بنے گی۔

مضمون نگار آواز جوابدہی پروگرام، پنجاب، عورت فاؤنڈیشن کی ریجنل مینیجر ہیں۔

عورتوں کی شمولیت قومی ترقی کی ضمانت ہے: صدر ممنون حسین کا 8 مارچ کی تقریب سے خطاب

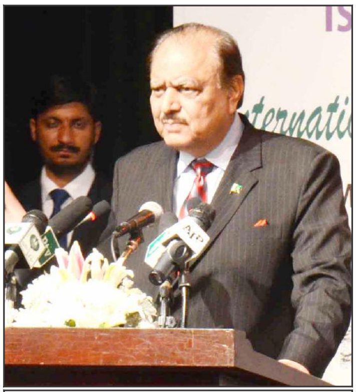

صدر ممنون حسین تقریب سے خطاب کرتے ہوئے

8 مارچ تقریب میں شریک شرکاء۔ محترمہ فرح حسین (ان سیٹ)

اسلام آباد: عورتوں کا عالمی دن، 8 مارچ، 2014، کو اسلام آباد میں منایا گیا، جسکا بنیادی موضوع تھا 'عورتوں کیلئے برابری مجموعی ترقی کا وسیلہ ہے'۔

اس تقریب کا اہتمام وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق، عورت فاؤنڈیشن، آواز پروگرام، اور یو این ویمن نے ملکر پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس میں کیا۔

عزت مآب جناب ممنون حسین، صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان اس موقع پر مہمان خصوصی تھے جبکہ سول سوسائٹی تنظیموں، ضلعی سطح سے عوامی نمائندوں، وزارتوں، حکومتی اداروں، بشمول مسلح افراج کے خواتین حفاظتی دستوں، سفارتی حلقوں، طالب علموں، علمی اداروں اور وکلاء برادری سے 500 سے زیادہ نمائندوں نے شرکت کی۔

عزت مآب صدر پاکستان، جناب ممنون حسین نے اپنے خصوصی خطاب میں کہا کہ حکومت اپنا فرض سمجھتی ہے کہ عورتوں کو ہر طرح کی حمایت اور وسائل مہیا کرے کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی شمولیت کے بغیر ترقی ناممکن ہے۔ ''ہم چاہتے ہیں کہ عورتیں معاشی سرگرمیوں کے بنیادی دھارے میں موثر کردار ادا کریں۔''

اس موقع پر وفاقی وزیر برائے قانون، انصاف اور انسانی حقوق، سینیٹر پرویز رشید نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں کی بااختیاری کی راہ میں بڑی رکاوٹ سماجی پدری نقطہ نظر ہے جو ہمیشہ مردوں کو بطور حکمران اور عورتوں کو اُنکے ماتحت کے طور پر پیش کرتا ہے۔

محترمہ خاور ممتاز، چیئر پرسن قومی کمیشن برائے وقار نسواں، نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ گھروں میں کام کرنے والی عورتوں کو صنفی مزدوروں کا درجہ دے۔ ''اس سے ہماری لیبر مارکیٹ میں عورتوں کی شمولیت کا تناسب بڑھے گا جو کہ خطے میں سب سے کم ہے''، انہوں نے کہا۔

وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق کے وفاقی سیکرٹری بیرسٹر ظفر اللہ خان نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ حکومت کی ترجیح ہے۔ انہوں نے مزید کہا، ''حکومت عورتوں اور بچوں کے حوالے سے بین الاقوامی معاہدوں کا احترام کرتی ہے''۔

ڈاکٹر معصومہ حسن، صدر بورڈ آف گورنرز، عورت فاؤنڈیشن، نے عورت فاؤنڈیشن اور آواز پروگرام کی جانب سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے خواتین قانون سازوں کو خراج تحسین پیش کیا کہ انکی مسلسل اور سنجیدہ کوششوں کی وجہ سے پاکستان میں حالیہ سالوں کے دوران عورتوں کے لئے کئی مثبت قوانین منظور کئے گئے۔

محترمہ سنگیتا رانا تھاپا، نائب نمائندہ، یو این ویمن نے کہا، ''ہم سب کو عورتوں کی بااختیاری کیلئے مربوط کوششیں کرنی چاہیں، اور یو این ویمن اس حوالے سے اہم کردار ادا کر رہی ہے۔''

تقریب کے دوران مشہور گلوکارہ محترمہ حمیرا اچنا نے ایک مقبول عام گیت پیش کیا۔

محترمہ ہماء ناز اور انکی ٹیم نے خاموش کھیل (mime) پیش کیا جس میں معاشرے کے پدری نقطہ نظر اور گھر میں عورت کی حیثیت کا نقشہ کھینچا گیا۔ حالیہ برسوں میں عورتوں کے حوالے سے منظور کئے گئے قوانین پر مشتمل دستاویزی فلم بھی پیش کی گئی۔

محترمہ ہماء ناز اور اُن کے ساتھی فنکاروں کا گروپ کھیل پیش کرتے ہوئے

سینیٹر پرویز رشید

محترمہ خاور ممتاز

بیرسٹر ظفر اللہ خان

ڈاکٹر معصومہ حسن

محترمہ سنگیتا رانا تھاپا

محترمہ حمیرا اچنا

عورتوں اور بچوں کے خلاف تشدد کے خاتمے کیلئے قومی پالیسی کا مطالبہ

بھوربن: سیاسی جماعتوں اور اسمبلیوں کے تجربہ کار اراکین، سول سوسائٹی کے نمائندوں اور وزارت قانون، انصاف اور انسانی حقوق کے نمائندوں نے، حکمت عملی کی تشکیل کیلئے منعقد کئے گئے مذاکرے میں، عورتوں اور بچوں کیخلاف تشدد کے خاتمے کیلئے ایک جامع قومی حکمت عملی کا مطالبہ کیا۔ ایک روزہ حکمت عملی مذاکرات، آواز وائس اینڈ اکاؤنٹ ابلٹی پروگرام کے تحت 30 اپریل، 2014 کو بھوربن کے ایک ہوٹل میں منعقد کیے گئے۔

یہ مذاکرہ، جناب مرتضٰی جاوید عباسی، ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی کی زیر صدارت ہوا، اور جس میں پی ایم ایل (ن)، پی پی پی، ایم کیو ایم، پی ٹی آئی، جے آئی، جے یو آئی (ف)، اے این پی، کیو ڈبلیو پی اور پی ایم ایل (ق) کے نمائندوں نے شرکت کی۔

مذاکرے میں شامل لوگوں نے اس حوالے سے متعلقہ حلقوں کے ساتھ قومی اور صوبائی سطح پر مذاکرات کے ذریعے قومی حکمت عملی کی تشکیل پر اتفاق کا اظہار کیا۔ مشمولہ اراکین کی طرف سے تجویز کی گئی حکمت عملی میں عورتوں اور بچیوں کیلئے تحفظ، متعلقہ قانون سازی، ادارتی ردعمل کا طریقہ کار اور تشدد سے بچ جانے والی عورتوں کی بحالی شامل ہیں۔ حکمت عملی پر عملدرآمد کیلئے قانون کی حاکمیت کو ہر سطح پر یقین بنایا جائے۔

حکمت عملی کے مجوزہ ڈھانچے میں، عورتوں کیخلاف تشدد کے حوالے سے آگاہی، اور پولیس اور عدالتی افسران کی تربیت شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ، حکمت عملی کی کامیابی کیلئے، ذرائع ابلاغ، تعلیم، تخلیقی فنون، سکولوں، مدرسوں، اور سماجی اور سیاسی اداروں کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے۔ صنفی تشدد کے خاتمے کیلئے، مجوزہ قانونی ڈھانچے میں قانون نافذ کرنے والے اداروں، جیسا کہ پولیس اور نچلی عدالتوں کی اہمیت کو اُجاگر کرنا چاہیے۔ مذاکرات کے شرکاء نے تجویز پیش کی کہ مسائل کے حل کیلئے یک قدمی طریقہ کار کی ضرورت ہے، جہاں میڈیکو۔ لیگل سہولیت، پولیس کی امداد، شیلٹر ہوم، اور (گھروں سے نکالے گئے) لوگوں کی

بقیہ صفحہ 5 پر

جناب مرتضٰی جاوید عباسی، ڈپٹی سپیکر، قومی اسمبلی (اگلی قطار میں بائیں سے چوتھے) پالیسی مذاکرات کے شرکاء کے ساتھ